اللّٰہ

ھُوَ المَوجُود

اللّٰہ اللّٰہ

طریقِ الوجود

الٰی

وصولِ الموجود

المؤلف

محمد عطاء اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ

CamScanner

اللہ
ھوالموجود

طریق الوجود
الٰی
وصول الموجود

پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ جلوی قادری

ذاتی لائبریری
ابوالحسنات احمد اشتیاق فاروقی مجددی رضوی

CamScanner

انتساب

چونکہ یہ طریق جناب سیدی وسندی ومرشدی ذاتِ علوی امام جلوی قطب الموحدین غوث المحققین حضرت پیر دستگیر خواجۂ خواجگان سرگروہِ عارفان محققِ اعظم قبلۂ عالم پیر غلام محمد قدس سرہٗ العزیز کی غلامی کا صدقہ اور حضور اقدس ہی کے فیضِ عظیم کا مظہر ہے۔ اس لئے میں اس رسالہ کو جناب رضہ ہی کی ذات قدسی الصفات کے نامِ نامی واسمِ گرامی کے ساتھ منسوب اور معنون کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں تاکہ اس انتسابِ مقدس کی برکت سے یہ ناچیز اور حقیر سی تصنیف مخلوق اللہ کے لئے نافع ہو اور سالکین باللہ کے لئے وسیلہ الی الشارع ہو۔ آمین

اٰمین وَالحمد لِلّٰہِ ربّ العالمین وَ الصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین خاتم النبیّین وَعلیٰ آلِہٖ وَاصحابہٖ اَجمعین

حقیر فقیر خادم الفقرآء محمد عطاء اللہ عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَامَوۡجُوۡدَ اِلَّا هُوَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ

اَلۡکَرِیۡمِ مَظۡهَرِ اَتَمِّ ذَاتِهٖ تَعَالٰی

یعنی سب تعریف واسطے اللہ تعالیٰ کے ہے کہ جس کے سوا کچھ موجود نہیں ہے اور صلوٰۃ وسلام رسول پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جو ذاتِ حق تعالیٰ کا مظہرِ اتم ہے۔

واضح ہو کہ تعریف کے لائق صرف وہی ذاتِ پاک ہو سکتی ہے جس کے لئے وجود ہے۔ یعنی جو موجود ہے اُسی کے لئے تعریف ہے۔ عدم محض کے لئے تعریف نہیں۔ جو ہے ہی عدم اس کی تعریف کیسی۔ اور چونکہ محققین صوفیائے کرام قدس سرہم کے نزدیک خدا کے سوا دوسرا موجود نہیں ہے پس خدا کے سوا تعریف کے لائق کوئی دوسرا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ذات حق تعالیٰ کے سوا دوسرا موجود ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وجود کیلئے اہلیت اور قابلیت یعنی (POTENTIALITY) صرف اور صرف ذاتِ حق تعالیٰ ہی میں ہے، صرف وہی وجود کا اہل ہے۔ دوسرا اس کا اہل ہی نہیں پس جب دوسرا وجود کا اہل ہی نہیں تو موجود کیسے ہو سکتا ہے اور جو موجود ہی نہیں تعریف کے لائق کیسے ہو سکتا ہے پس تعریف جیسی بھی ہو جس قسم کی بھی ہو۔ ظاہری ہو باطنی ہو جمال کی ہو جلال کی ہو کمال کی ہو کم ہو زیادہ ہو بظاہر کسی کی بھی ہو۔ درحقیقت واقع ہوتی ہے واسطے حق تعالیٰ کے کیونکہ تعریف کے لائق اور تعریف کا اہل صرف اور صرف وہی حق تعالیٰ ہے۔ کیوں کہ وجود کے لائق اور وجود کا اہل صرف اور صرف وہی حق تعالیٰ ہے۔ پس فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی لَامَعۡبُوۡدَ اِلَّا اللّٰهُ اس لئے کہ لَامَوۡجُوۡدَ اِلَّا اللّٰهُ چنانچہ مکتوب حضرتِ خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ پرسید یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مراد کلمہ چیست۔ رسول علیہ السلام فرمود اے عمرؓ مراد کَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوۡلُ اللّٰهِ این است کہ نیست موجود کسے سوائے ذات واحد و محمدؐ ظہور خدا است یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد کلمہ کیا ہے۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا اے عمرؓ مراد کلمہ کَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدُ الرَّسُوۡلُ اللّٰهِ یہ ہے کہ نہیں موجود کوئی سوائے ذاتِ واحد کے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظہور خدا کا ہے!

جاننا چاہیئے کہ وصول الی اللہ کے بے شمار طریق ہیں اور سلوک کے بہت سلاسل ہیں جو بھی جس طریق سے واصل باللہ ہوا اور یہ مرتبہ فنا فی اللہ و بقا باللہ سے مشرف ہوا حق ہے۔ مگر جو طریق اس حقیر فقیر خادم الفقراء محمد عطاء اللہ جلوی قادری کو اپنے شیخ امام جلوی امام المحققین سیدنا وسندنا و مولٰینا و مرشدنا حضرت پیر غلام محمد قدس سرہ کی غلامی کا صدقہ منکشف اور وارد ہوا کی دو خصوصیات ایسی ہیں جس کی وجہ سے سالکین باللہ کے لئے اس کا بیان مفید معلوم ہوا۔ ایک خصوصیت تو ہے کہ یہ آسان ہے۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ مقابلتاً چھوٹا ہے۔ یعنی اگر اللہ کا فضل ہو۔ مرشد کی توجہ نصیب ہو اور ادراک اعلیٰ ہو تو آسان ہے کیونکہ ریاضت تھوڑی درکار ہو گی اور چھوٹا بھی ہے۔ کیوں کہ تھوڑی مدت میں راستہ طے ہو گا۔ یہ اس لئے کہ یہ عشق حقیقی کا راستہ ہے۔ اس راستہ کی ابتداء ہی توحید ہے جو کہ سالکین کی منزلِ

CamScanner

مقصود ہے اور معرفت شہود وجود ہے۔ اگر حقیقت وجود یعنی وحدت الوجود مدرک اور وارد ہو جاوے تو سالک معاً واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید ابو الخیر رضی اللہ عنہ اپنے رسالہ تحفہ مرسلہ شریف میں فرماتے ہیں کہ اے طالب اگر تو واصل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل میں ظاہراً و باطناً تابعداری کر۔ پھر اس کے بعد وحدت الوجود کا مراقبہ کر یعنی معنی کلمہ طیبہ کے مدنظر رکھ۔ اس میں وضو کی شرط نہیں ہے اور اگر ہو تو بہت بہتر ہے اور کسی وقت کی خصوصیت بھی نہیں ہے۔ اور نہ ہی سانس کے اندر اور باہر جانے کا کوئی لحاظ ہے۔ اور نہ ہی اس میں کلمہ طیبہ کے حروف کا ملاحظہ ضروری ہے بلکہ ہر حال میں کھڑے اور بیٹھے۔ چلتے اور لیٹے حرکت کرتے اور سکون کرتے کھاتے اور پیتے کلمہ طیبہ کے فقط معنی کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اور مراقبہ وحدت الوجود کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تو اپنے انا ہونے کی نفی کرے اور انانیت اس کو کہتے ہیں کہ تو اپنی حقیقت اور اپنے باطن کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا غیر جانے پس اس انانیت کی نفی کرنی چاہیئے۔ اور یہی لَا اِلٰہَ کے معنی ہیں پھر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو اپنے باطن میں ثابت کرے اور یہی اِلَّا اللہُ کے معنی ہیں۔ اے طالب جب فضل الٰہی سے تجھ پر حال غلبہ کرے گا۔ تو پھر تجھ کو اپنی وہمی انانیت کی نفی کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور تجھ میں سوائے اثبات حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے اور کچھ باقی نہ رہے گا، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس مقام کی توفیق بخشے۔ آمین

پس سالک میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا اثبات وحال معاً وصال الٰہی ہے۔ سالک اپنی ہستی سے فانی اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے۔ اخلاق الٰہی سے متخلق ہو جاتا ہے۔ فراغت عن ما سوی اللہ حاصل ہو جاتی ہے۔ سالک کی نظر ما سوی اللہ سے اٹھ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر جم جاتی ہے۔ نہیں دیکھتا وجود میں کسی کو مگر دیکھتا ہے اللہ کو۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ" یعنی جدھر تم منہ پھیرو ادھر اللہ کا چہرہ ہے یعنی اللہ کی ذات ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے "مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ" یعنی فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں دیکھی میں نے کوئی شے مگر دیکھا اس میں اللہ تعالیٰ کو۔ اور حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ نے فصوص الحکم کی فص ہود میں فرمایا "فَلَا تَنْظُرُ الْعَیْنُ اِلَّا اِلَیْہِ وَلَا یَقَعُ الْحُکْمُ اِلَّا عَلَیْہِ" یعنی نہیں نظر کرتی کوئی آنکھ مگر طرف حق تعالیٰ کے۔ اور نہیں واقع ہوتا کوئی حکم مگر اوپر حق تعالیٰ کے۔ یہ اس لئے ہے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔ وجود صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے ہے۔ کیونکہ وجود کا اہل صرف وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور کمال بھی صرف وجود کے لئے ہے کیونکہ عدم تو نفی وجود ہے ساتھ نفی کمال بھی ہے۔ مگر چونکہ کمال ظہور کا مقتضی ہے وجود کمال کو پہنچا ظہور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ پس جیسے وجود جہاں بھی ہے۔ اور جس شان میں بھی ہے وہ درحقیقت ذات باری تعالیٰ کے لئے ہے۔ اسی طرح کمال جہاں بھی ہے اور جس شکل میں بھی ہے درحقیقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نور کا ظہور ہے۔ اس لئے آپ وجود کامل۔ انسان کامل اور نبی کامل ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ وجود پایہ کمال کو پہنچ چکا اور اس کے اوپر کمال ممکن ہی نہیں اور دین جو کہ ظہور وجود کی تفصیل ہے۔ منازل ارتقا طے کرتا ہوا دین اسلام میں کمال کو پہنچ چکا اور اس کے اوپر دین کا کمال ممکن ہی نہیں۔ پس اس کے بعد کوئی نیا دین نہیں آئے گا پس فرمایا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" یعنی آج کے دن ہم نے آپ کے لئے دین مکمل و اکمل کر دیا اور آپ پر (کمال) کی نعمت تمام کر دی (یعنی ختم کر دی)۔

CamScanner

امابعد یہ طریق جس کا بیان آئندہ صفحات میں ہے۔ سلسلہ علویہ قادریہ سے ماخوذ ہے اور اس کا نام طریق الوجود ہے اور چونکہ اس کی بنیاد معرفتِ حقیقتِ وجود پر ہے۔ اور اس کا مقصود وصول الموجود ہے۔ اس لئے اس رسالہ کا نام

طریقُ الوجُود اِلیٰ وصُولِ الموجُود رکھا جاتا ہے۔ یہ وحدتُ الوجود کا طریق ہے جو موجودِ حقیقی اعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے وصال کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ اس سعیٔ ناچیز کو صدقہ نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم اپنی بارگاہ عالی میں شرفِ قبولیت عطا فرماوے اور اپنے طالبان کے لئے ذریعہ وصال اور وسیلہ کمال بناوے۔ اور اس ناچیز کے لئے ذریعہ نجات اور حیات بعد از ممات میں اپنی بارگاہِ عالی میں مقبول و پسندیدہ درجات سے مشرف فرمائیے۔

آمین ثم آمین۔

یہ رسالہ چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اوّل میں معرفتِ وجود کا بیان ہے۔ فصلِ دوم حقیقتِ وجود میں ہے۔ فصل سوم طریقِ وجود میں اور فصل چہارم خود موجود کی شان میں ہے۔ تاکہ معرفتِ وجود اور حقیقتِ وجود کے ادراک اور بیان کے بعد وجود کا حال طریقِ وجود سے پیدا ہو اور پھر وصال موجود کے کمال سے مشرف ہو،

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ اِلیٰ سَبِیْلِہٖ مَنْ یَّشَاءُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ وَظُھُوْرِ ذَاتِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اَبَدًا اَبَدًا ….

CamScanner

فصل اوّل فی معرفت الوجود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جاننا چاہیئے کہ معرفت دو قسم ہے۔ ایک معرفتِ اجمالی اور دوسرے معرفت تفصیلی۔ معرفتِ اجمالی یہ ہے کہ سالک کو اس حقیقت کا مجملاً علم اور ادراک حاصل ہو جاوے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔ نہ کوئی دوسرا مشہود ہے۔ اور نہ کوئی دوسرا معبود ہے۔ کیوں کہ جب دوسرا وجود ہی نہیں ہے تو مشہود کس کا اور معبود کون۔ شہود وجود کا ہوتا ہے۔ اور عبادت کے لائق بھی موجود ہی ہو سکتا ہے۔ جو ہے ہی عدم وہ مشہود اور معبود کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر وجود کو بھی معبود مانیں اور عدم کو بھی تو جمع نقیضین لازم آتا ہے۔ جو کہ محال ہے۔ اور حق تعالیٰ چونکہ موجود فی نفسہٖ ہے۔ یعنی خود بخود موجود ہے۔ اور عالم موجود بالغیر ہے۔ یعنی حق تعالےٰ کے ساتھ موجود ہے اور موجود بالغیر حکم عدم میں آتا ہے۔ اور جو حکم عدم میں ہو اس پر وجود کا اطلاق نہیں ہو سکتا پس نہیں ہے کوئی موجود مگر حق تعالیٰ۔ پس جو کچھ مشہود اور محسوس ہے عین حق ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ اپنی کتاب فصوص الحکم کی فص ہودؑ میں فرماتے ہیں کہ الخلق معقول و الحق محسوس و مشہود عند المومنین و اہل الکشف والوجود" یعنی مومنین اور اہل کشف و وجدان (حضرات صوفیاء) کے نزدیک خلق معقول ہے۔ اور حق محسوس اور مشہود ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا دوسرا موجود ہو ہی نہیں سکتا۔ صرف حق تعالیٰ ہی وجود کا اہل ہے۔ صرف اسی میں وجود کی اہلیت اور قابلیت ہے جبکہ دوسرا وجود کا اہل ہی نہیں اس میں وجود کی قابلیت ہی نہیں تو وہ موجود کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر دوسرا بھی موجود ہوتا تو وہ بھی صفاتِ موجود مثلِ حیات۔ علم۔ ارادہ وغیرہم سے متصف ہوتا۔ عبادت کا مطالبہ کرتا اور حکم چلاتا۔ پس دو معبود ہوتے اور اگر دو معبود ہوتے تو عالم کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا۔

"لوکان فیہما اٰلہۃ الا اللہ لفسدتا" یعنی اگر ہوتے آسمان و زمین میں معبود سوائے اللہ کے البتہ آسمان و زمین خراب ہو جاتے۔ ایک کہتا کہ سورج مشرق سے طلوع کرے اور دوسرا کہتا مغرب سے طلوع کرے تو فساد ہوتا۔ حالانکہ فساد نہیں ہے۔ بلکہ نظام عالم ایک ہی حکم کے تحت ایک ہی قانون کے مطابق بڑی خوبصورتی اور ہم آہنگی کے ساتھ چل رہا ہے کیونکہ حاکم ایک ہے۔ کہ "ان الحکم الا للہ" یعنی حکم سوائے اللہ کے اور کسی کے لئے نہیں ہے کیونکہ وجود سوائے اللہ کے اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ جو ہے ہی عدم وہ حاکم کیسے ہو سکتا ہے۔ جو ہے ہی عدم وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے۔ جو ہے ہی عدم وہ مشہود کیسے ہو سکتا ہے۔ اور جو ہے ہی عدم وہ موجود کیسے ہو سکتا ہے پس "لا موجود الا اللہ" یعنی اللہ کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔ از روئے حقیقت جو کچھ موجود ہے۔ اس کی حقیقت اللہ ہے۔

کجا غیر کو غیر کو نقشِ غیر
سوی اللہ واللہ مافی الوجود

یعنی غیر تو کیا غیر کا نقش بھی نہیں ہے اور خدا کی قسم سوائے اللہ کے اور کچھ موجود نہیں ہے۔ یہی وحدۃ الوجود ہے۔ اور یہی مشرب جمہور محققین صوفیا کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ قرآن پاک میں آیات بیّنات مثلِ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۔ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ ۔ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اسی حقیقت پر دال ہیں۔ آیت کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا .... والاکرام کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ہر شے فانی ہے۔ اور صرف ربّ تعالیٰ کی ذات باقی ہے۔ یعنی ہر شے مُعاً فانی ہے۔ ابھی اور اس وقت فانی ہے۔ اور صرف ربّ تعالیٰ کی ذات جو کہ اُس شے کی حقیقت ہے۔ جس کے ساتھ وہ شے شے ہے وہ باقی ہے پس ہر شے باعتبار اپنی حقیقت کے باقی ہے کیونکہ اس کی حقیقت حق ہے۔ اور حق باقی ہے۔ پس ہمہ حق ہے اور حق کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔ آیت كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کا بھی یہی مضمون ہے۔ یعنی ہر شے ابھی اور اسی وقت ہلاک ہے۔ اگر ہلاک ہونے والی معنیٰ ہوتا تو لفظ یُہلِکُ ہوتا۔ پس ہر شے فانی ہے۔ مگر اس کی ذات یعنی اس شے کی ذات اور حقیقت جو کہ حق ہے۔ پس ہر شے میں حق ظاہر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اِلَّا وَرَاَيْتُ اللّٰهَ فِيْهِ" یعنی نہیں دیکھی میں نے کوئی شے مگر دیکھا اس میں اللہ کو پس ہر شے کی حقیقت اور اصل اور ذات اللہ ہے۔ آیت "فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا ..... اللّٰهِ" سے ظاہر ہے۔ کہ جدھر دیکھو اللہ ہی اللہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آنکھ تو بظاہر اشیائے عالم کو دیکھتی ہے۔ مگر اللہ فرماتا ہے کہ تم اشیا کو نہیں اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اللہ کا چہرہ دیکھ رہے ہو۔ یعنی جو کچھ دیکھ رہے ہو اللہ کے چہرے ہیں۔ اللہ کا غیر نہیں ہیں۔ پس ہر شے عین اللہ ہے از روئے حقیقت۔ یعنی اللہ انہی اشیاء کی صورتوں پر ظاہر ہے۔ اور عالم ظہور وجودِ حق تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فصوص الحکم میں فص کلمہ الوہیہ میں فرماتے ہیں "فَظَهَرَ وُجُوْدُهٗ تَعَالٰى بِظُهُوْرِ الْعَالَمِ" یعنی حق تعالیٰ کا وجود عالم کے ظہور کے ساتھ ظاہر ہوا ہے آیات" نحن اقرب ..... وَرِيْد ۔ فِيْ اَنْفُسِكُمْ .... تبصرون ۔ ان اللّٰه يَحُوْلُ ..... قلبه ۔ اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ انسان کی حقیقت حق سُبْحَانَہٗ وتعالیٰ کا غیر نہیں ہے۔ جیسا کہ آیت "وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" میں واضح ہے۔ یعنی ہم نے انسان میں اپنی روح پھونکی۔ حق تعالیٰ کی روح حق تعالیٰ کا غیر نہیں ہے۔ اور یہی روح انسان میں پھونکی گئی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ انسان حق تعالیٰ ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ ۔ بندہ بندہ ہے۔ خدا خدا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کا غیر نہیں ہے۔ اَلْاِنْسَانُ مِرْاٰةُ الرَّحْمٰنِ ۔ یعنی انسان رحمٰن کا آئینہ ہے۔ حضرت آدمؑ کی صورت میں مسجود ملائک درحقیقت حق تعالیٰ ہی ہے۔ مگر انسان تو صرف اس شرف سے مشرف ہے۔ بس اس کلام کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ درحقیقت حق تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔ جو کچھ موجود ہے از روئے حقیقت حق ہے۔ اور یہی حقیقی معنیٰ کلمہ طیبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے ہیں۔

پس جب ثابت ہوا کہ موجودِ حقیقی حق تعالیٰ ہے۔ تو ہر وقت ہر آن اور ہر لحظہ حق تعالیٰ ہی پر نظر رکھے۔ نفع بھی اسی سے دیکھے اور نقصان بھی اسی سے جانے۔ کیونکہ فاعلِ حقیقی تو وہی حق تعالیٰ ہی ہے۔ اسی پر بھروسہ

رکھے اور اسی سے امید رکھے۔ خوف بھی اسی سے کرے اور محبت بھی اسی سے کرے۔ بلکہ صفات۔ اسماء اور افعال کو اسی کے لئے جانے۔ کیونکہ صفات اسماء اور افعال صرف وجود کے لئے ہوتے ہیں۔ اور وجود صرف حق تعالےٰ کے لئے ہے جو کہ واحد ہے بلکہ احد ہے پس عالم میں اسی حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تجلیّات کا ظہور ہے۔ ظاہر افعال گو کسی کے نظر آئیں در حقیقت اسی کے ہی افعال ہیں پس فرمایا گیا ہے کہ فعل الٰہی جاری ہے۔ کیوں کہ فی الحقیقت اسی موجود حقیقی کے افعال کے ظہورات او رعکوس ہیں۔ پس اول آخر ظاہر او رباطن وہی ذاتِ احد موجود ہے۔ جو اپنے لئے آپ دلیل ہے۔ اور اپنے اوپر آپ شاہد ہے۔ خود بخود برخود ظاہر ہے۔ اپنا آپ اوّل اور اپنا آپ آخر ہے۔ اپنا آپ ظاہر اور اپنا آپ باطن ہے۔ یعنی اپنے آپ سے باطن ہے۔ اور اپنے آپ پر ظاہر ہے۔ اپنا اوّل اور اپنا ہی آخر ہے پس فرمایا فَهُوَ الاوّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ اور فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيءٍ مُّحِيطًا۔ یعنی اللہ ہر شے پر محیط ہے۔ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے، چونکہ ہر شے شے ہے ساتھ حق تعالےٰ کے اس لئے ہر شے کو حق تعالےٰ محیط ہے پس محیط اور محاط دو علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں۔ کیونکہ حق تعالےٰ ہر شے کے احاطہ کے ساتھ اپنی ہی صفات سے موصوف ہے۔ اس کا اپنی صفات کے ساتھ احاطہ کرنا ہمارے ساتھ احاطہ کرنے کا عین ہے۔ یعنی ہمارا احاطہ عین اس کا اپنے آپ کو احاطہ کرنا ہے پس خود محیط اور خود محاط ہے۔

معرفت تفصیلی اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ یعنی جس حقیقت کو اجمالاً اور مجملاً جان لیا۔ اسے تفصیلاً اور مفصلاً جاننا چاہیئے۔ وجود کی وحدت کو واحدیت میں دیکھنا۔ وحدت کا کثرت میں مشاہدہ کرنا۔ اسی وجود واحد کے مراتب کو جاننا۔ اور ان مراتب کی باعتبار اسماء الٰہی کے تفصیل کا مشاہدہ کرنا چونکہ وجودِ حقیقی کے سوا اور کچھ موجود نہیں ہے۔ اس لئے اسی وجود واحد کا ظہور مرتبۂ امکانیہ میں ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری قدس سرہ اپنے رسالہ مراتب السلوک میں فرماتے ہیں "واما انکہ حق را در دو مرتبہ ظہور است اول ظہور اودر مرتبہ الوہیت است کہ مرتبہ وجوب وظاہر وجود است و دریں مرتبہ منزہ است از صفات بشریہ وامکانیہ وصفت تنزیہیہ وصفاتِ فعلیہ کاملہ لوازم او یند وعقل وفکر بداں نمی رسد زیراکہ عقل وفکر را درینمرتبہ راہ نیست وکنہ آں نمی رسد لکین می داند آنرا اجمالاً و دوم ظہور در مرتبہ امکانیہ است کہ حق تعالےٰ ظاہر است ومتجلی است بصور امکانیہ ومظاہر خلقیہ و ایں مرتبہ را تشبیہ می نامند زیراکہ دریں مرتبہ متصف است بہ صفات کہ مشابہ بایکدیگرد باصفات خلق۔ پس سالک اوّل مطالعہ میکند ظہور او را در مظاہر خلق وصفات او را در صفات خلق پس نمی بیند ہیچ ذات وصفت را جز ذات وصفاتِ حق چنانچہ مولوی میفرماید

مجموعۂ کون را بہ قانونِ سبق کردم تصفح ورقاً بعد ورق

حقا کہ ندیدم ونخواندم در وے جز ذاتِ حق وشیون ذاتیہ حق"

یعنی لیکن اس میں حق تعالےٰ کے لئے دو مرتبہ میں ظہور ہے۔ ظہور اوّل مرتبہ الوہیّت میں ہے جو کہ مرتبہ وجوب ہے اور وجود کا ظہور اوّل ہے۔ مگر اس مرتبہ میں صفاتِ بشریہ امکانیہ سے منزہ ہے۔ او رصفتِ تنزیہہ اور صفاتِ فعلیہ کاملہ اس کے لئے لازم ہیں۔ اور عقل اور فکر کی یہاں رسائی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عقل اور فکر کے لئے اس مرتبہ میں راہ نہیں ہے اور اس مرتبہ کی کُنہہ

تک نہیں پہنچ سکتی لیکن اس کو صرف اجمالاً جان سکتی ہے۔ اور ظہور دوم مرتبہ امکانیہ میں ہے کہ حق تعالے اس میں صور امکانیہ اور مظاہر خلقیہ میں ظاہر اور متجلی ہے۔ اور اس مرتبہ کو تشبیہ کا نام بھی دیتے ہیں اس لیئے کہ اس مرتبہ میں حق تعالیٰ ایسی صفات سے متصف ہوتا ہے۔ جو ایک دوسرے سے تشابہ ہیں۔ اور صفاتِ خلق کے ساتھ متصف ہوتا ہے پس سالک پہلے ذاتِ حق کے ظہور کو مظاہر خلق میں اور صفاتِ حق کو صفاتِ خلق میں مطالعہ کرتا ہے۔ اور کسی ذات اور صفت کو سوائے ذات اور صفتِ حق تعالیٰ کے نہیں دیکھتا ہے۔ چنانچہ مولویؒ فرماتے ہیں ؎

مجموعۂ کون را بقانونِ سبق کردم تصفح ورقا بعد ورق

حقّا کہ ندیدم و نخواندم در وے جز ذاتِ حق و شیونِ ذاتیہ حق ۔

یعنی عالم کا ورق ورق درسًا مطالعہ کیا۔ حق یہ ہے کہ بغیر ذاتِ حق اور شیونِ ذاتِ حق کے نہ کچھ دیکھا اور نہ پڑھا پس واضح ہوا کہ سب مراتب اسی ایک وجود کے مراتب ہیں۔ مگر ہر ایک مرتبہ کے احکام جُدا جُدا ہیں ؎

ہر مرتبہ کہ از وجودے حکمے دارد

گر حفظِ مراتب نکنی زندیقی ـــ

یعنی گو ہر مرتبہ اسی ایک وجود سے ہے ۔ مگر حفظِ مراتب ضروری ہے۔ اگر حفظِ مراتب نہ کروگے تو زندقہ ساخذ شد ہے۔ مرتبہ وجوب کے اپنے احکام ہیں۔ اور مرتبہ امکان کے اپنے احکام ہیں مرتبہ وجوب حق تعالیٰ کے لیئے ہے۔ اور مرتبہ امکان بندہ کے لیئے ہے۔ مگر ہر دو مراتب میں وہی وجودِ واحد ہی جاری و ساری ہے ؎

نظر بر حقیقت ہمہ عین است ۔ نظر بر تعیّن ہمہ غیر ہا

یعنی اگر حقیقت پر نظر کرو تو سب وہی ہے۔ اور اگر تعیّن یعنی ظاہر پر نظر کرو تو ایک تعیّن دوسرے کا غیر ہے۔ از روئے حقیقت دونوں ایک دوسرے کے عین ہیں ۔ کیونکہ حقیقت ہر موجود کی حق تعالیٰ ہے۔ اور ہر موجود اسمائے الٰہی سے ایک اسم کا مسمّٰی ہے۔ اور وہی اسم الٰہی اس کا رب ہے۔ اور وہی اسم اس کی حقیقت ہے ۔ وہی اسم اس کا باطن ہے اور وہ اس کا ظاہر ہے وہ اسی اسم کا مظہر ہے ۔ وہ اسی اپنے رب کا مربوب ہے۔ جیسا کہ حضرتِ شیخ الاکبر محی الدّین ابن العربی رضی اللہ عنہ نے فصوص الحکم کی فصِ اسماعیلیہ میں فرمایا ہے "فکل شخص اسم ربه وهو ربه" یعنی ہر شخص کے لیئے ایک اسم ہے اور وہ اسم اس شخص کا ربّ ہے۔ اور وہ شخص اپنے رب کا مطیع ہے۔ اور وہ نہیں عبادت کرتا مگر کرتا ہے اپنے ربّ کی پس مربوب جو بھی کر رہا ہے اپنے رب کی اطاعت میں کر رہا ہے۔ بلکہ اپنے رب کی عین مرضی کے مطابق کر رہا ہے۔ کیونکہ مربوب کو نہیں طاقت اپنے ربّ کی مرضی کے خلاف کرنے کی پس جو کچھ کسی وجود سے ظہور میں آرہا ہے ۔ وہ اس کے رب کی منشا کے مطابق ہے۔ پس ہر ایک اپنے رب کی عبادت کر رہا ہے پس ہر کوئی صراطِ مستقیم پر ہے از روئے حقیقت و باطن ۔ مگر از روئے ظاہر و تفاضل و تفضیل صراطِ مستقیم "صراط الذین انعمت علیہم" ہے۔ جو کہ اپنی جگہ حقیقت ہے اور حق ہے۔ حالانکہ حقیقتِ اوّل کے متعلق حق تعالے ارشاد فرماتے ہیں۔ "وما من دابة الا هو آخذ

CS CamScanner

بِنَاصِيَتِهَا ط اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ہ (۵۶:۵) یعنی ہر چلنے والی کی پیشانی رب تعالیٰ نے پکڑی ہوئی ہے۔ اور تحقیق ہمارا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔ یعنی جب چلنے والے کی پیشانی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور خدا صراطِ مستقیم پر ہے پس ہر چلنے والا صراطِ مستقیم پر ہے۔ مگر اس حقیقت کی تفصیل یہ ہے کہ ہر چلنے والا اللہ تعالیٰ کے ایک اسم کا مظہر ہے۔ وہی اسم اس کا باطن اور حقیقت ہے۔ اسی اسم کے مطابق اس کا عین ثابتہ ہے۔ اور عین ثابتہ کے مطابق اس کا عین خارجہ ہے۔ جو ظاہر میں اور خارج میں نظر آرہا ہے۔ پس عین خارجہ کی حقیقت اور باطن عین ثابتہ ہے۔ عین ثابتہ کی حقیقت اور باطن اسم الٰہی ہے۔ اسم الٰہی کی حقیقت صفتِ الٰہی ہے جس کی وجہ سے وہ اسم وہ اسم ہے اور صفتِ الٰہی کی حقیقت ذاتِ الٰہی ہے۔ کیونکہ صوفیا محققین کے نزدیک صفت عینِ ذات ہے، پس جو کچھ نظر آرہا ہے یعنی عالم درحقیقت ذاتِ الٰہی کا ظہور ہے۔ اور جملہ موجوداتِ عالم ذاتِ پاک کی صفات کی تجلیات کے مظاہر ہیں۔ اور یہ مظاہر اسماء الٰہی سے ہیں اور یہی اعیان ثابتہ یا صورِ علمیہ ہیں۔ اور اشیاء کا ظہور اعیانِ خارجہ ہیں۔ اسماء الٰہی کے ظہور کے تفصیلی علم کو علم الاسماء کہتے ہیں۔ اور اس کو علم الاستعدادات بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ موجوداتِ خارجیہ کی استعدادات اعیان ثابتہ اور اسماء الٰہیہ سے متعلق ہیں۔ پس جملہ موجودات بالواسطہ اور بلاواسطہ اسی وجودِ واحد کے مظاہر ہیں۔ تجلیات اور مظاہر میں کثرت ہے۔ اور حقیقت میں وحدت ہے۔ اور اسی وحدت کی سب کثرت ہے۔ وحدت کثرت میں مخل نہیں ہے۔ اور کثرت وحدت کا حجاب نہیں ہے وحدت اجمال ہے۔ تو کثرت اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ اور یہ تفصیل اسی کے مظاہرات میں ہے۔ ہر مظہر دوسرے مظہر سے جدا ہے۔ کیونکہ ہر اسم جس کا وہ مظہر ہے۔ دوسرے اسم سے جدا ہے۔ ایک کی صفت اور ہے۔ تو دوسرے کی صفت اور۔ ایک کی شان جلالی ہے۔ تو دوسرے کی جمالی: تاہم حقیقت سب کی ایک ہے۔ اسی ایک ہی ذات کی شانیں ہیں۔ ہر آن نئی شان ہے کہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ" اللہ تعالیٰ کا فرمان فی القرآن ہے۔ وہ قرآن جس کی ہر آیت قرآن ہے یعنی جامع ہے۔ اور فرقان الحمید ہے۔ کیونکہ حق اور باطل میں فرق کرنے والی ہے اسی طرح صفات اسی ایک ہی ذات کی صفات ہیں۔ اسی ایک ہی ذات کے اسماء ہیں اور اسی ایک ہی ذات کے ظہورات اور تعینات ہیں پس ؎

نظر کر بر حقیقت ہمہ عین است — نظر بر تعین ہمہ غیر ہا

یعنی حقیقت پر نظر کرو تو سب وہی ذاتِ واحد ہے۔ اور اگر تعین پر نظر کرو تو ایک تعین دوسرے کا غیر ہے۔ اور مراتب انہی مظاہر اور تعینات کے ہیں۔ وہی ذات ایک مرتبہ میں جمال ہے تو دوسرے مرتبہ میں جلال ہے۔ کہیں مرتبۂ وجوب میں ہے تو کہیں مرتبۂ امکان میں۔ کہیں عابد ہے تو کہیں معبود۔ کہیں شاہد ہے تو کہیں مشہود۔ کیونکہ صرف اور صرف ذاتِ واحد ہی موجود ہے۔ مگر حفظِ مراتب ضروری ہے۔ ہر مرتبہ کو اس کا حق دینا لابدی ہے ورنہ شریعت کا بطلان اور معرفت کا فقدان ثابت ہوگا پس معرفت تفصیلی ضروری ہے۔ اور معرفت اجمالی نہیں مکمل ہوتی بغیر معرفت تفصیلی کے معرفت اجمالی اسی وجودِ واحد کی معرفت ہے۔ کہ سوائے وجودِ واحد کے دوسرا موجود نہیں ہے اور معرفت تفصیلی اسی وجودِ واحد کے مراتب کی تفصیل ہے مراتب کا تفصیلی مطالعہ۔ ملاحظہ اور مشاہدہ ہے۔ ایک ایک اسم اور ایک ایک صفت کا تفصیلی علم ادراک ملاحظہ اور مشاہدہ ہے۔ بلکہ ان صفات کے ساتھ متصف ہونا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں امر ہے،

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ تَعَالٰی ؕ اَعْنِی یَتَّصِفُوْا بِصِفَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ۔

پیر حق عارف کامل نہیں ہوتا جب تک اسے معرفتِ تفصیلی حاصل نہ ہو بلکہ اس کا حال نہ ہو۔

قال را بگذار صاحب حال شو ⁂ پیشِ مردِ کاملے پامال شو

یعنی قیل و قال کو چھوڑ اور صاحب حال ہو۔ اور اس کا طریق یہ ہے کہ کسی مردِ کامل کے سامنے پامال ہو جا اور اس کے قدموں کی خاک ہو جاؤ۔

فصلِ دوم فی حقیقتِ الوجود

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ۔ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

وجود وجدان سے ہے۔ یعنی کسی شے کا پانا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ پانا حق تعالےٰ کو حق تعالیٰ میں۔ یعنی ذات بحت وصفات مطلق عن جملۂ قیود حتیٰ کہ عن قید اطلاق وجود ایسی حقیقت ہے۔ جو سب حقیقتوں کی حقیقت یعنی حقیقت الحقائق ہے۔ سوائے اس حقیقت کے اور کچھ موجود نہیں ہے پس ذات کا ذات کو پانا ہے اور ذات نے ذات کو ہی پایا ہوا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ ذات کو پانے والی بھی ذات اور جس میں پائی گئی وہ بھی ذات۔ پس یہی ہے۔ وجود اور وجود کی حقیقت۔ اور یہی وجود ہے ہر حقیقت کی حقیقت حق کی حقیقت وجود۔ باطل کی حقیقت وجود۔ اِلٰہ کی حقیقت وجود۔ عبد کی حقیقت وجود۔ اسلام کی حقیقت وجود۔ کفر کی حقیقت وجود اسم کی حقیقت وجود۔ جسم کی حقیقت وجود۔ ذات کی حقیقت وجود۔ صفات کی حقیقت وجود۔ واحد کی حقیقت وجود۔ کثیر کی حقیقت وجود۔ فعل کی حقیقت وجود۔ منفعل کی حقیقت وجود۔ واجب کی حقیقت وجود۔ ممکن کی حقیقت وجود۔ قدیم کی حقیقت وجود۔ حادث کی حقیقت وجود۔ ازل کی حقیقت وجود۔ ابد کی حقیقت وجود۔ اوّل کی حقیقت وجود۔ آخر کی حقیقت وجود۔ باطن کی حقیقت وجود۔ ظاہر کی حقیقت وجود۔ وجود کی حقیقت وجود۔ عدم کی حقیقت وجود۔ عینِ وجود الوجود۔ عدم العدم وجود۔ حقیقتِ واحدیّت۔ حقیقتِ وحدت واحدیّت۔ لا تعین التعین۔ لا مثل المثل۔ لیس کمثلہٖ مثلہ۔ حقیقتِ روح و مثال حقیقتِ جلال و جمال۔ پاک از قال مجرد از حال لا تدرکہ الابصار۔ پاک از اقرار و انکار۔ لا ممکن الوصول لا ممکن الحصول۔ ہر تعریف سے معرّا۔ ہر توصیف سے مُعلّیٰ پاک ہونے سے بھی پاک۔ وریٰ الوریٰ از ادراک۔ بعید سے بعید۔ عزیز سے عزیز۔ اعلےٰ سے اعلےٰ۔ لطیف سے لطیف منزہ سے منزہ۔ مجرّد سے بھی مجرّد۔ پاک از تجرید و تفرید۔ حسین سے حسین۔ جمیل سے جمیل۔ جلیل سے جلیل۔ نورٌ علیٰ نور عین ظہور۔ عینِ عدم۔ عینِ وجود۔ عینِ شاہد عینِ شہود کائنات۔ پس سب کچھ وہی ہے۔ وہی منزہ اور وہی مشبّہ۔ وہی وریٰ الوریٰ وہی ظاہر برملا۔ حقیقت میں عدم تمیز ظاہر میں مراتب کی تمیز۔ پس حق حق ہے۔ باطل باطل۔ اسلام کا اور شان کفر عین بطلان۔ اسلام فلاح و کامیابی کفر ضلال و بربادی۔ قدیم قدیم ہے حادث حادث۔ واجب واجب ہے ممکن ممکن حق حق ہے خواہ کتنا نزول کرے اور عبد عبد ہے خواہ کتنی ترقی کرے۔ واجب ممکن نہیں ہوتا۔ اور ممکن واجب نہیں ہوتا۔ واجب غنی ہے ممکن محتاج۔ ہر شے واجب الوجود سے موجود ہے۔ ہر شے اپنے وجود کے لئے اسی وجود کی محتاج ہے پس یہ غنی ہے ہر شے محتاج ہے۔ یہ معروض ہے ہر شے عارض۔ یہ قدیم ہے ہر شے حادث۔ اور حدوث سے مراد ظہور ہے۔ مگر ظہور کس کا۔ ظہور وجود کا جو قدیم ہے۔ یعنی سب سے اوّل

ہے۔ سب کی حقیقت ہے۔ سب کا عین ہے۔ سب کی ہستی ہے۔ یعنی سب کا وجود ہے پس قدیم سے مراد پرانا نہیں اور حدوث سے مراد نیا نہیں۔ بلکہ قدیم سے مراد اول۔ قدیم سے مراد ہے باطن اور حادث سے مراد آخر حادث سے مراد ہے ظاہر۔ وہی وجود وجود باطن تھا وہی ظاہر ہے۔ وہی وجود جو اول تھا۔ وہی آخر ہے۔ فَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ اسی وجود واحد کے باطن اور اول کا نام قدیم اور اسی وجود واحد کے ظہور اور آخر کا نام حادث ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ ابوبکر خوانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اوائل میں فصوص الحکم کا میں بہت مشغلہ رکھتا تھا۔ ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے نہایت ادب سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپؐ فرعون کے بارے میں کیا فرماتے ہیں زبان حق ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ جو اس میں لکھا ہے وہی کہو پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ وجود میں آپؐ کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ قدیم میں قدیم ہے۔ اور حادث میں حادث۔ اور حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ نقش آدمیہ میں فرماتے ہیں وہ وَهُوَ الَّذِیْ اَعْطَی الْوَجُوْدَ بِذَاتِهٖ لِهٰذَا الْحَادِثِ فَانْتَسَبَ اِلَيْهِ وَلَمَّا اقْتَضَاهُ لِذَاتِهٖ كَانَ وَاجِبًا بِهٖ وَلَمَّا كَانَ اسْتِنَادُهٗ اِلٰى مَنْ ظَهَرَ عَنْهُ لِذَاتِهٖ اقْتَضَى اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ فِيْمَا يُنْسَبُ اِلَيْهِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مِّنِ اسْمٍ وَصِفَةٍ مَا عَدَا الْوُجُوْبَ الذَّاتِیَّ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَصِحُّ فِی الْحَادِثِ وَاِنْ كَانَ وَاجِبَ الْوُجُوْدِ وَلٰكِنَّ وُجُوْبَهٗ بِغَيْرِهٖ لَا بِنَفْسِهٖ۔ یعنی وہی ہے کہ بخشا اس نے وجود اپنی ذات سے حادث کو پس منسوب کیا گیا حادث طرف واجب کے اور جب چاہا واجب نے حادث کو واسطے ظہور ذات اپنی کے ہو گیا حادث واجب بسبب واجب کے اور جب ہوئی احتیاج حادث کی طرف واجب کے کہ ظاہر ہوا ہے۔ حادث اس سے واسطے ظہور ذات واجب کے چاہا اس احتیاج نے یہ کہ ہووے حادث موافق صورت واجب کے بیچ اس چیز کے کہ نسبت کی جاتی ہے اس کی طرف واجب کے ہر چیز سے کہ وہ ہر چیز اسم اور صفت ہے۔ سوائے وجوب ذاتی کے اس لئے کہ تحقیق وجوب ذاتی نہیں صحیح ہے بیچ حق حادث کے اگرچہ ہو گیا حادث واجب الوجود ولیکن وجوب حادث کا بہ سبب غیر اس کے کے ہے نہ ذات اس کی سے۔

پس حادث ایک اعتبار سے واجب ہے اور ایک اعتبار سے حادث ہے۔ کیوں کہ وجوب ذاتی صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے ہے۔ جو واجب بذاتہ ہے۔ اور حادث واجب بغیرہ ہے۔ کیونکہ ذات باری تعالےٰ واجب الوجود ہے۔ یعنی موجود فی نفسہ ہے۔ اور ہر شے موجود بغیرہ ہے۔ اور جو موجود بغیرہ ہو وہ حکم عدم میں ہے۔ معاً فانی ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ” یعنی ہر شے معاً فانی ہے اور ذات حق معاً باقی ہے۔ اور جو باقی ہے وہی صاحب جلال والاکرام ہو سکتا ہے۔ اس آیت شریف کی شرح میں تفسیر عرائس البیان والے رضؓ فرماتے ہیں کہ اگر نظر تحقیق سے کون اور اس کے اہل کو دیکھا جائے تو اس کے فنا کی حقیقت کو دیکھے گا اگرچہ ظاہر میں وجود کی رسم پر ہے۔ کیونکہ جس کا قیام غیر سے ہو وہ در حقیقت فانی ہے پس وجود حقیقی وجود قدیم ہے۔ اسی طرح كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ “ کی شرح میں تفسیر قادری والے فرماتے ہیں کہ جب محققین کے نزدیک وجود حقیقی کوئی نہیں مگر حق سبحانہٗ و تعالیٰ تو حقیقت میں اس کا ماسوا فانی ہے اور شرح عوارف والے فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے يَهْلِكُ نہ فرمایا جس کا معنی ہے۔ ہلاک یا فانی ہوگا۔ بلکہ هَالِكٌ فرمایا یعنی ہلاک

اور فانی ہے یعنی سب اشیاء کے وجود آج ہی حق تعالیٰ کے وجود میں فنا ہیں۔ اور "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد" کی تفسیر میں صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں۔ "فَمَنْ حَیْثُ عَیْنُ الْجَمْعِ مَاهُمْ اِلَّاهُوَ وَلَا یَظُنَّ الْحلول فَاِنَّهٗ بِذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ مُنَزَّهٌ عَنْ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ مَحَلٌّ فِي الْحَوَادِثْ" یعنی پس عین جمع کی حیثیت سے نہیں ہیں وہ مگر وہی اور حلول کا گمان مت کر اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات محل حوادث ہونے سے منزہ ہے۔ اور تفسیر شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ اقرب کہہ کر قرب بمعنی اتصال اور مقارنت کی نفی کر دی ہے جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ ہر شے کے ساتھ ہے۔ لیکن مقارنت جسمانی کے طور پر نہیں۔ اس لئے کہ وہ شے اسی کے ساتھ شے ہے اور اس کے بغیر شے ہی نہیں ہے کہ اس کے مقارن ہو جائے۔ اور یہی شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "سبحان من خلق الاشیاء وھو عینھا"، یعنی پاک ہے۔ وہ ذات جس نے پیدا کیا۔ اشیاء کو اور وہ ان کا عین ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے۔ وہ اس لئے تعالیٰ ہے کہ وہ اس سے اعلیٰ اور متعالی ہے کہ سوائے اس کے کوئی اور بھی موجود ہو وجود صرف اور صرف وہی حق تعالیٰ ہے۔ جو کچھ موجود ہے وہی ہے۔ ذہنی۔ خارجی ظاہری، باطنی حسی شہودی ہر حیثیت سے وہی وجود حق تعالیٰ ہے۔ وجود ہی خود بخود بر خود فی خود متجلی اور ظاہر ہے۔ یعنی وجود ہی وجود میں وجود کے ساتھ ظاہر ہے۔ ایک وہ وجود ہے جو از خود موجود ہے۔ اور دوسرا وہ وجود ہے جو موجود بالغیر ہے۔ وجود اول کو وجود العدم بھی کہتے ہیں کیونکہ وجودِ باطن اور وجودِ قدیم ہے اور وجودِ ثانی کو وجود الوجود کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ وجود کا ظہور ہے۔ وجود کا حدوث ہے۔ اور وہ عالم ہے۔ ان ہر دو وجود کے علاوہ ایک تیسرا وجود ہے۔ جو ان ہر دو وجود کی حقیقت ہے۔ جو وجود اور عدم دونوں کا عین الحقیقت ہے۔ اسی لئے اس کو عدم العدم وجود معظم کہتے ہیں جو ذات بحت احدیت ذاتیہ ہے۔ جو وجود میں وجود اور عدم میں عدم ہے۔ یہاں عدم سے مراد عدم محض نہیں بلکہ عدم سے مراد باطن اور حقیقت ہے پس وجودِ حقیقی باطن الباطن اور حقیقت الحقیقت ہے۔ غیر مدرک اور ورئی الوری بلکہ ثم ورئی الوری ہے اور یہی حقیقت الوجود ہے۔ فافہم۔

فصل سوم فی طریق الوجود

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم - نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

معرفتِ وجود اور حقیقتِ وجود کے ادراک - حال اور وصول کے لئے طریقِ وجود کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ کمال اس کے سوا نہیں ہے کہ وصول الی اللہ - فنا فی اللہ اور بقا باللہ نصیب ہو۔ اسی پر سب کاملین متفق ہیں۔ یہی وہ طریق ہے۔ جس پر چل کر سالک بمطابق حدیث شریف تَخَلَّقُوۡا بِاَخۡلَاقِ اللّٰہِ یعنی یَتَصِفُوۡا بِصِفَاتِ اللّٰہِ تعالےٰ اخلاقِ الٰہی سے متخلق اور صفاتِ حق سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور مرتبۂ فنافی اللہ اور بقا باللہ سے مشرف ہوتا ہے۔ جو کہ سالکین باللہ - طالبین الی اللہ اور رجال اللہ کا منتہائے مقصود ہے۔ اور طریقِ ظہورِ وجود ہے۔

پس طالب مولیٰ کے لئے اس طریق میں سب سے اوّل اور اولےٰ یہ ہے کہ مرشدِ کامل کی تلاش کرے جو اس طریق کا ماہر ہو۔ اور کامل باطن وظاہر ہو۔ کیونکہ بغیر مرشد کامل کے یہ راہ طے نہیں ہو سکتا ؎

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

یعنی پیر کامل سے بیعت کر کیونکہ بغیر پیر کے یہ سفر آفات اور خطرات سے پُر ہے۔ اور نفس امّارہ سے خلاصی نہیں ہوتی۔ بغیر صحبت شیخ کامل کے ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِ پیر
دامنِ آں نفس کش را سخت گیر

یعنی بغیر پیر کے سایہ کے نفس نہیں مرتا ہے۔ اس لئے اس نفس کش یعنی نفس مارنے والے کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھ پیر ایسا چاہیئے جو نفس کی آفتوں سے پاک ہو۔ اپنی خودی سے فارغ ہو۔ اپنے سے فانی اور خدا کے ساتھ باقی ہو۔ ہمہ وقت اور ہر حال میں ذاتِ حق میں محو اور مستغرق ہو۔ اسرارِ وجود کا حامل اور ولیٔ کامل ہو۔ عشق الٰہی میں سرِ در اور شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مزین و لوزٗ ملی نور ہو ؎

ظاہر ہو دے شرع شریف
باطن حضرت عشق لطیف

مستِ خدا ہوشیارِ محمدؐ - ایسے مردِ کامل کی تلاش خوب کرے۔ حضرت غوث الاعظم پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیر کی تلاش اتنی کرا تنی کر کہ

تمہارے پیروں کی تلیاں گھس جائیں اور جب مل جاوے تو اس کی چوکھٹ پر تسلی سے بیٹھ جا۔

پیر کامل کی تلاش میں سب سے اہم مسئلہ اور مشکل اس کی پہچان ہے کیونکہ صحیح اور سچے کی پہچان عام تو عام خاص کے لئے بھی مشکل ہے۔ فی زمانہ جھوٹ اور بناوٹ میں اتنی مہارت ہے کہ سادہ لوح انسان کے لئے جھوٹے اور سچے میں تمیز تقریباً ناممکن ہو گئی ہے تاہم اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہو اور طلب صادق ہو تو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ اس سے گڑگڑا کر دعا مانگے کہ مجھے کوئی اپنا بندہ ولی کامل ملا اور ساتھ ساتھ تلاش بھی کرتا رہے۔ اس کے علاوہ سمجھ اور ہوشیاری سے کام لے اور اس کے متعلق ضروری علم حاصل کرے پہچان کے لئے سب سے بہتر کسوٹی وہ ہے جو مرشد الاوّلین والآخرین سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء اللہ کے متعلق بیان فرمائی ہے چونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ مثلاً اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۰:۶۲) یعنی خبردار اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے اور نہ غم اور فرمایا۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (۸:۳۴) یعنی نہیں ہیں اولیاء مگر متقی لوگ۔ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کی کہ اولیاء اللہ کی پہچان کیا ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ" یعنی جب وہ دیکھے جائیں تو اللہ یاد آئے۔ (روایت کیا اس حدیث قدسی کو ابن ماجہؒ نے اور امام نوویؒ نے) اس حدیث شریف کی شرح محققین اولیاء کرامؒ نے فرمائی ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ جب اولیاء اللہ کی زیارت کی جائے یا ان کی صحبت اختیار کی جائے ان کی مجلس میں بیٹھا جائے تو اللہ یاد آ جاتا ہے۔ اللہ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ دل اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے یعنی کم از کم ان کی مجلس میں اللہ کے سوا کچھ یاد نہیں رہتا دل کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور دل چاہتا ہے کہ ان کے پاس اور بیٹھا جائے۔ ان کا کلام اللہ رسولؐ کی محبت۔ اللہ رسولؐ کی اطاعت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اسی کے ذکر اور شغل میں محو اور مستغرق رہتے ہیں۔ ان کا جلیس شاکی نہیں ہوتا۔ ان کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ محبتِ رسولؐ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مسرور اور مزین ہوتے ہیں۔

اور کبھی ان کے دیکھنے سے اللہ یاد اس لئے بھی آتا ہے کہ وہ اپنی ہستی سے فانی اور اللہ کے ساتھ باقی ہوتے ہیں۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے مشرف ہوتے ہیں۔ اخلاق اللہ سے متخلق اور صفات اللہ سے متصف ہوتے ہیں پس ان کا دیکھنا ایسا ہے جیسے اللہ کا دیکھنا ہے۔

جب ایسا مرشد مل جاوے اور دل اس پہ فتوے دے جیسا کہ فرمایا "اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ ... الخ یعنی اپنے دل سے فتوے لو خواہ مفتی کچھ فتوے دے (الحدیث) یعنی اچھی طرح تحقیق کرے اور دل (قلب سلیم) کو تسلی ہو تو اس کی صحبت اختیار کرے۔ اس سے بیعت کرے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا طریقہ سیکھے اور سلوک اختیار کرے کہ بفضلِ الٰہی وصالِ الٰہی نصیب ہو جو مقصود سالکین باللہ ہے۔

دل کو حتی الوسع تعلقاتِ دنیا سے فارغ رکھے اور صرف ضروری حد تک ان تعلقات سے صرف ظاہری طور پر متعلق رہے مرشد جو فرماوے اس پر دل و جان سے عمل کرے۔ اس کا تابع فرمان رہے۔ اور اس کی غلامی اختیار کرے۔ اس کا تابع فرمان رہے

اور اس کی غلامی اختیار کرے۔ اس کی صحبت اور مجلس کو ضروری جانے اور زیادہ سے زیادہ وقت اس کی خدمت میں صرف کرے۔ کیوں کہ وصول الی اللہ کے لئے یہ بہت مؤثر ہے۔ ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء ✽ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ہر کہ خواہی او نشینی با خدا ✽ او نشیند در حضورِ اولیاء

یعنی اولیاء اللہ کی صحبت میں ایک گھڑی ہو ، سو سال عبادت بے ریا سے بہتر ہے۔ اور جو کوئی چاہے کہ اسے خدا کی ہمنشینی نصیب ہو تو وہ اولیاء اللہ کی مجلس میں بیٹھے۔

اب ہم طریقِ وجود کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں۔ اس کو طریق جلوی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ طریق ہے۔ جس کی بنیاد توحید یعنی وحدت الوجود پر ہے۔ اور جو حضرت شیخ امام جلوی پیر غلام محمدؒ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض اقدس اور تعلیمات عالیہ سے ماخوذ ہے۔ جو اذکار و اشغال حضور پاک رضی اللہ عنہ سے اس حقیر فقیر کو نصیب ہوئے ہیں۔ اور حضور پاک رضؓ کے کرم سے تحقیق سے منکشف اور منزل ہوئے ہیں۔ وہ یہاں طالبِ صادق کے لئے مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔ تاکہ جس کو طلب اللہ اور سلوک الی اللہ کا شوق ہو تو اس طریق کو اختیار کرے جو سہل بھی ہے اور چھوٹا بھی۔ فضلِ الٰہی شاملِ حال ہو تو جلد ہی وصول الی اللہ سے مشرف ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

عقلِ صحیح اور ادراکِ اعلیٰ اختیار کرے۔ عقلِ ناقص عقلِ حیرانی سے چھٹکارا حاصل کرے ؎

عقل قربان کن بہ پیشِ مصطفیٰؐ ✽ حسبی اللہ گو کہ اللہ ہم کفیٰ

یعنی اپنی اس جزوی عقل۔ حیرانی عقل جو گمراہ کن ہے۔ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے قربان کر دے۔ اور حسبی اللہ کہو کہ اللہ ہی تمہارے لئے کافی ہے۔ عقلِ صحیح حاصل کر۔ عقلِ صحیح وہ ہے جو خدا کا راستہ دکھائے مقصود ذاتی اور مقصود عرضی میں تمیز کرے اور مقصود ذاتی اختیار کرے معرفتِ حق اور طاعتِ حق مقصود ذاتی ہے۔ اور باقی سب مقصود عرضی ہیں جو اس مقصود ذاتی کے حصول کے لئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا حق تعالیٰ نے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" ای لیعرفون۔ یعنی نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انسان کو سوائے اس کے کہ ہماری عبادت کریں۔ یعنی معرفتِ حق تعالیٰ حاصل کریں کیوں کہ بغیر معرفت عبادتِ صحیحہ ممکن نہیں۔ پس معرفتِ حق جو کہ مقصود ذاتی ہے۔ اختیار کرے اور اس کے حصول کے لئے جد و جہد کرے۔ اپنے دل کو اور اپنی توجہ کو اسی میں مشغول کرے۔

ادراکِ اعلیٰ ادراک تیز کا تقاضا یہ ہے کہ اصل کو فوراً پہچانے اور حقیقت کو جانے اور اس پر عمل پیرا ہو۔ بات کو جلد سمجھے اور فوراً اپنائے تاکہ راستہ جلد طے ہو۔ اسی کے متعلق حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ آپ نے عقل سے وہ چیز حاصل کی جو دوسرے نوافل سے حاصل کرتے ہیں (او کما قال) کیونکہ اگر ادراک تیز ہو۔ اور فہم اعلیٰ نصیب ہو تو عقدے فوراً حل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ جو دوسرے مجاہدات سے حاصل کرتے ہیں۔ اسی واسطے فرمایا گیا ہے کہ جس کو سمجھ ملی اسے بڑی خوبی ملی۔ بقول حضرت غوث المحققین قطب الموحدین پیر سید شیر محمدؒ شاہ صاحب گیلانی فتح پوری رحؒ یہی وہ سمجھ ہے۔ جو بصیرت ہے جس سے حق اور باطل میں تمیز۔ اصل اور نقل میں تمیز ہوتی ہے۔ حق کی پہچان اور حقیقت کی شان بتلاتی ہے۔

فضلِ خدا کو شدت سے طلب کرتا ہے کیوں کہ وصول کے لئے فضلِ الٰہی شرط ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحؒ

فرماتے ہیں۔ کہ جذباتِ الٰہیہ سے ایک جذبہ ہے۔ جو معاً آتا ہے اور سالک کو واصل باللہ کر دیتا ہے۔

مرشد کی توجہ اور نظرِ کرم کا ہر وقت طالب رہے۔ اور اسے اپنے اوپر مہرباں کرنے کیلئے ہر قسم کی جانی، مالی قربانی۔ خدمت اور جدوجہد کرے۔ کیوں کہ اس کی اک نگاہِ کرم سے کئی مقامات طے ہو جائیں گے۔ جب تک پیر مرید پر عاشق نہ ہو مرید کا کام نہیں بنتا۔ اپنے شیخ سے ایسا عشق کرے کہ شیخ اس پر عاشق ہو جائے۔ عشق ہی ایک ایسا طریقہ ہے جو منازلِ سلوک کو لمحوں میں طے کراتا ہے۔

عشق را پانصد پر است و ہر پرے
از فرازِ عرش تا تحت الثریٰ

یعنی عشق کے پرندے کے پانچ سو پر ہیں۔ اور ہر پر کی وسعت عرش سے لے کر تحت الثریٰ (زمین کی تہہ) تک ہے۔ عشق ہی ماسوٰی کو جلاتا ہے۔ کہ العشق نار یحرق ماسوی اللہ یعنی عشق ایسی آگ ہے۔ جو ماسوی اللہ کو جلا دیتی ہے۔

اذکار میں سے سب سے افضل ذکر کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہ کا ذکر ہے۔ اس کو ذکر نفی اثبات بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہ اس میں ماسوی اللہ کی نفی اور اللہ کی ذات کا اثبات مقصود ہے۔ اس ذکر کے کرنے کا طریقہ مرشد سے سیکھے اور اس کو کثرت سے کرے۔ ذکر کرتے وقت اس کلمہ کے حقیقی معنی پر نظر رکھے۔ یعنی نہیں ہے کوئی موجود مگر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا مظہرِ اتم ہے پس ذکر کرتے وقت ماسوی اللہ کی نفی کرے اور اللہ کا اثبات کرے۔ یعنی اللہ کے سوا کچھ موجود نہ جانے جیسا کہ فی الحقیقت ہے۔ اور محمد الرسول اللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر اتم ملاحظہ کرے جیسا کہ درحقیقت ہے۔ اور نفی اثبات کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کرے۔ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ جانے۔ اللہ کے سوا کسی کو مقصود مطلوب اور محبوب نہ سمجھے۔ اور اللہ کے سوا کسی کا حقیقی وجود نہ دیکھے کیونکہ وجود کا اہل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پس لا کا اول یہ ہے کہ ماسوا سے دلی تعلق نہ رہے۔ نہ اس سے خوف رہے اور نہ امید۔ نہ ہونے سے خوشی ہو اور نہ نہ ہونے سے غم۔ خلق سے کلیتہً فارغ ہو جائے اس سے نفع اور نقصان نہ دیکھے۔ اور لا کا ثانی یہ ہے کہ اپنے نفس سے فارغ ہو جائے۔ نفس کو تابع خدا رسول کا کر دے۔ اس کی معرفت حاصل کرے کہ وہ معرفتِ حق کی کنجی ہے۔ "من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ" "یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا" یعنی جس نے اپنے نفس کو ذلت کے ساتھ پہچانا اس نے اپنے رب کو عزت کے ساتھ پہچانا۔ جس نے اپنے نفس کو عجز کے ساتھ پہچانا اس نے اپنے رب کو کبریائی کے ساتھ پہچانا۔ اور جس نے اپنے نفس کو فنا کے ساتھ پہچانا اس نے اپنے رب کو بقا کے ساتھ پہچانا اور جس نے اپنے نفس کو عدم محض جانا اس نے اپنے رب کو وجود حقیقی جانا۔

اور لا کا ثالث یہ ہے کہ اپنی ہستی کی نفی کرے اور اپنی ہستی کو ہستی خدا سے بدل ڈالے اور یہ شانِ ابدال ہے۔ پس جملہ ہستیِ موہوم سے فارغ ہو جائے۔ اور ہستی حقیقی جلوہ گر ہو جائے۔

اور اثباتِ اول یہ ہے کہ اپنی حقیقت کو غیر حق نہ جانے اور نہ دیکھے اور ذاتِ حق کا اثبات کرے کہ وہ اسی کے ساتھ موجود ہے۔ ورنہ عدم محض ہے۔

اثبات ثانی یہ ہے کہ اس حقیقت کے ظہور کا مشاہدہ کرے اور ذکرِ حق اور مشاہدۂ حق سے محظوظ ہو۔ صفاتِ حق کا اجمالاً مشاہدہ کرے

اثبات ثالث یہ ہے کہ صفاتِ حق کا تفصیلاً مشاہدہ کرے۔ اور ایک ایک صفت کے اثبات کا مشاہدہ کرے اور اس کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ صفاتِ حق کی کوئی حد۔ شمار اور انتہا نہیں ہے۔ یہاں بندہ اپنی صفات سے فانی اور صفاتِ حق کے ساتھ باقی ہوتا ہے۔

پس جب تک نفی اثبات اس طرح نہیں کرے گا۔ اور اس کا حال پیدا نہیں ہوگا۔ نفی اثبات کا حق ادا نہ ہوگا۔ اور کلمہ صحیح نہ ہوگا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتِ حق کا ظہور کامل جانے اور جملہ صفاتِ حق کے ساتھ بدرجۂ اتم متصف جانے مگر اس حقیقت کا مشاہدہ اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک نفی اثبات صحیح نہ ہوگا اور کلمہ طیبہ صحیح نہ ہوگا۔ یہ وادی قدس والتقدس ہے۔ جس میں داخلے کے لئے توحید کا حال کم سے کم صفت ہونی لازمی ہے۔ اسی لئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پہلے ہے۔ اور محمد الرسول اللہ بعد میں ہے۔ پہلے لا اِلٰہَ الا اللہ صحیح کرے پھر محمد الرسول اللہ کے قابل ہوگا پس کلمہ طیبہ کے تین جز ہیں۔ اول لا اِلٰہ یعنی نفی ما سوا۔ دوم الا اللہ یعنی اثبات ذات باری تعالیٰ یعنی اللہ اور سوم محمد الرسول اللہ یعنی ظہور اللہ اور موجود کامل جس کی کچھ تفصیل فصل چہارم میں ہے۔

اور کلمہ محمد الرسول اللہ کے بھی تین جز ہیں۔ پہلا محمد دوسرا رسول اور تیسرا اللہ۔ جس ذات کا اسمِ حقی اللہ ہے تو اسی ذات کا اسمِ خلقی محمد ہے اور رسول حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہے۔ کیونکہ رسول ہمیشہ ایک طرف اللہ کے ساتھ واصل ہوتا ہے تو دوسری طرف خلق میں شامل ہوتا ہے ؎

ادہر اللہ سے واصل ادہر ہے خلق میں شامل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا

پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق بھی ہے اور خلق بھی اس واسطے شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

فَالحقُ محمّدٌ ظاهِراً وّباطِناً " یعنی پس محمد حق ہے ظاہر اور باطن۔

دوسرا ذکر پاس انفاس ہے۔ یعنی نفس (دم) کی نگہداشت کے ساتھ ذکر ہے۔ دم دم کے ساتھ ذکر کرے۔ کوئی سانس بھی بغیر ذکر کے نہ اندر جائے اور نہ باہر آئے کیونکہ بغیر ذکر کے جو سانس ہوگا وہ غفلت کا سانس ہوگا بلکہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ جو دم غافل سو دم کافر۔ یعنی غفلت کفر ہے۔ پس سالک کو چاہیئے کہ ہر دم ذکر میں مشغول رہے۔ اس ذکر کا طریق یہ ہے کہ سانس جب اندر جاوے تو دل سے کہے اللہ اور سانس جب باہر آوے تو دل سے کہے ھو۔ سانس کو نہ روکے اور نہ ہی محنت سے کرے بلکہ اپنے خیال کو سانس کے ساتھ کرے اور خیال سے اللہ ھو کا ذکر۔ مندرجہ بالا طریقہ سے کرے۔ تھوڑی مشق کے بعد یہ ذکر خود بخود جاری رہے گا۔ اور تکلف کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اپنے خیال کو اسی ذکر میں محو کرے۔ زبردست محویت۔ جاذبیت اور یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔ سالک ایسا محظوظ ہوگا کہ دل کرے گا کہ ہر وقت اسی شغل میں مشغول رہے۔ اس ذکر کو سوتے۔ جاگتے کرے۔ اور سوتے وقت اسی ذکر میں مشغول ہو کر سوئے تو ایسا ہوگا۔ جیسا کہ رات بھر ذکر اور عبادت میں گزاری کیونکہ اس طرح

سونے سے رات بھر ذکر میں رہے گا اور جب جاگے گا تو یہ ذکر جاری ہوگا۔ آہستہ آہستہ اس ذکر سے عجیب و غریب انوارات وارد ہوں گے۔ اس ذکر میں ایک عجیب سربستہ راز ہے۔ اور وہ یہ کہ ھُو اسم اعظم ہے۔ مطابق حدیث شریف کے اسم اعظم سورہ بقرہ کے آخر اور سورہ وآل عمران کے اول میں ہے۔ بقرہ کے آخر حرف ھ اور وآل عمران کے شروع میں حرف واؤ کو ملائیں تو اسم ھُو بنتا ہے (زنا دیل المحکم صفحہ ۲۱۲ شرح فصوص الحکم) اور ھُو اشارہ ہے۔ ہویت کی طرف اور ذکر اللہ ھُو میں ہر ذی روح مشغول ہے اور جو اس کو جان لے اور خیال کرے وہ عارف اور واصل ہے۔ پس اللہ ھو اس طرف اشارہ ہے کہ ہر ذی روح اور خصوصاً انسان کی ہویت اور حقیقت بغیر حق نہیں ہے۔

اس ذکر کا دوسرا طریقہ حبس دم ہے جو استغراق کے لئے اکسیر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سانس کو روک کر دل سے یعنی خیال سے جتنی بار ہو سکے کہے اَللّٰہ اور جب سانس باہر نکالے تو دل سے کہے ھُو۔ اس کو بار بار دہرائے اور آہستہ آہستہ اللہ کہنے کی تعداد بڑھاتا جائے۔ عجیب ذوق۔ سرور اور جذب حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر اس ذکر کو احتیاط سے کرے جتنی بار اور جتنی دیر سانس کو آسانی سے روک سکے روکے اپنے آپ کو تکلیف نہ دے۔

تیسرا ذکر ذکر اسمائے خمسہ ہے۔ اسکو پنج گنج بھی کہتے ہیں۔ اسماء الٰہی اللّٰہ، رَحمٰنُ، رَحِیمُ۔ حَیّ۔ قیّومُ کا ذکر ہے۔ دن رات میں سات سو بار یا اللّٰہُ یا رحمٰنُ یا رحیمُ یا حَیُّ یا قیّومُ کا ورد کرے۔ بہت مفید ہے۔ اور مقصود اس کا ان اسمائے کے ساتھ متعلق ہونا ہے۔ بلکہ ان اسمائے کا مسمّٰی ہونا اور ان اسمائے کی صفات کے ساتھ متصف ہونا ہے۔ ان اذکار کے علاوہ کچھ مراقبات اور نسبتیں ہیں۔

مراقبہ اوّل مراقبہ وحدت الوجود ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی حقیقت اور باطن کو حق سبحانہٗ کا غیر نہ جانے اور اس میں خدا کی ذات کا اثبات کرے۔ اسی طرح جملہ موجودات کو غیر حق نہ جانے اور سوائے حق تعالےٰ کے اور کسی کو موجود حقیقی نہ جانے تعینات موجودات سے نظر اٹھالے اور ذات باری تعالےٰ پر نظر جمالے کہ یہی فنا اور تعلے ہے

تعین سے جب اُٹھ جائے منظر

تو پھر ذات ہے ذات ہے سربسر

سب کچھ ذات ہے یعنی ہمہ اوست یہ مراقبہ خوب کرے بلکہ ہر دم اسی میں رہے۔ اس میں نہ وضو کی شرط ہے اور نہ سانس کے اندر اور باہر جانے کی قید ہے۔ اپنی وہمی انائیت اور وہمی غیریت کی نفی کرتا رہے اور ذات حق سبحانہٗ کا اثبات کرتا رہے۔ جب فضل الٰہی سے اے سالک تجھ پر حال غلبہ کرے گا۔ تو پھر تجھ کو اپنی وہمی ہستی کی نفی کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور تجھ میں سوائے اثبات حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے اور کچھ باقی نہ رہے گا۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور تم کو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل اس مقام کی توفیق بخشے آمین

(تحفہ مرسلہ شریف من تصنیف حضرت ابو سعید ابو الخیرؒ)

مراقبہ ثانی مراقبہ ذات ہے۔ اس کو ورد انا اللہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مراقبہ اوّل کی حقیقت اور مغز ہے۔ ہر دم یہی تصور کرے

کہ سراپا وہی اللہ ھے ؎

من نیم یار است از سرتا قدم ٭ کن بدینگونہ تصور دم بدم

یعنی ہر وقت یہی تصور کر کہ میں نہیں ہوں۔ بلکہ سر سے پاؤں تک یار ھے (مطالب رشیدی از حضرت شاہ باسط علی قلندر رحؒ)

یہ تصور ذاتی ہے۔ ذاتِ بحت کا تصور ھے۔ اور مراقبہ ذات ھے۔ اور مراقبہ عینیت ہے۔ اور حقیقت میں فنا اور حقیقت کے ساتھ بقا کا عجیب اور بہت ہی چھوٹا طریق ہے۔

مراقبۂ ثالث مراقبۂ صفات ہے۔ اس کی بنیاد اس حدیث شریف پر ھے۔ "تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ" اعنی تَتَّصِفُوا بِصِفَاتِ اللّٰہ، یعنی اللہ تعالےٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہو جاؤ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی صفات اختیار کرو۔ اَلْاِنْسَانُ مِرْاٰۃُ الرَّحْمٰنِ کے مطابق انسان ذات الرحمٰن کا مظہر ھے۔ اور انسان ہر دو مراتب یعنی مرتبۂ وجوب اور مرتبۂ امکان کا جامع ہے۔ اور ہر دو کا ظہور ہے۔ اگر مرتبۂ امکان غالب ہو تو حیوانی اور بشری صفات غالب آتی ہیں۔ اور انسان مثل حیوان ہے، جیسا کہ عامۃ الناس ہیں اور اگر مرتبۂ وجوب غالب ہو تو اعلےٰ صفاتِ حق سے متصف ہوتا ہے۔ اور یہی فرمانِ رسول علیہ السلام ھے۔

پس اس مراقبہ کا طریق یہ ہے کہ حیوانی اور سفلی صفات مثل کھانا۔ سونا۔ غفلت۔ شہوت، غصہ، غضب، کینہ، حسد۔ انتقام، غیبت، چغلی۔ فساد۔ حُبِّ دنیا اور اس کی لذات وغیرہم سے چھٹکارا حاصل کرے۔ ایک ایک کی نفی کرے اور مغلوب کرے اور صفاتِ اعلےٰ صفاتِ حقی مثل حیات علم۔ ادراک۔ غنا۔ اطلاق۔ محبت، ہوش دائمی۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ زندہ کرنے۔ مارنے۔ کشادگی۔ تنگی اور تصرف وغیرہم سے متصف ہو۔

اس مراقبہ کے دو طریقے ہیں۔ ایک منفی اور دوسرا مثبت منفی طریقہ یہ ہے کہ صفاتِ سفلی کی ایک ایک کر کے نفی کرے۔ اس کے لئے بہت مدت درکار ھے۔ اور جب اس سے فارغ ہو جائے تو صفات علوی کا اثبات کرے۔ مثبت طریقہ یہ ہے کہ صفت علوی سے متصف ہونے کی جدوجہد کرے اور ان صفات کو غالب کرے صفات سفلی خود بخود مغلوب ہو جائیں گی۔ طریق وجودیہ میں مثبت طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ مراقبۂ ذات کے بعد ایک ایک صفتِ حق کا شاہدہ کرے اور متصف ہو۔ اور یہ عمل نامتناہی ہے۔ کیوں کہ صفاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں ھے۔

اور انسان چونکہ جامع مراتب وجوب و امکان ھے۔ اس لئے اپنے مرتبۂ وجوب میں صفاتِ حق سے متصف ہوتا ھے اور اپنے مرتبۂ امکان میں صفاتِ عبد مثل عجز۔ انکار۔ محبت و عشقِ الٰہی۔ لذتِ ذکر۔ رضا بالقضا۔ فنا و رضا سے مزین ہوتا ہے سالک ان ہر دو مراتب میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور ہر دو کمالات میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ حتکہ انسانِ کامل میں فنا ہو جاتا ہے۔ جو ان کمالات میں پایۂ عروج پہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

ان مراقبات کے ساتھ ساتھ نسبتِ توحید حاصل کرے اور اس کا طریق یہ ہے کہ جملہ قوائے ظاہری و باطنی اسی خیال

اور وجد و جہد میں صرف کرے کہ اس صورت پر بلکہ ہر صورت پر اللہ تعالیٰ ہی ظاہر ہے یعنی "فاینما تولوا فثم وجه الله" یعنی پس جدھر منہ پھیرو ادھر اللہ کا چہرہ ہے۔ کہ کشفِ حقی ہے۔ کشفِ کبریٰ ہے۔ سالک اپنے وجود یعنی تعین وجود سے کلیۃً گزر کر ذاتِ مطلق پر نظر کرے ھو الحق سے انا الحق تک اور انا الحق سے ھو الحق تک سیر کرے۔ یعنی ہو الحق میں حق غائب تھا۔ اور انا الحق میں حق کا حضور حاصل ہوا۔ مگر ابھی تک مقید ہے۔ پھر مقید سے ہویت مطلقہ یعنی مطلق تک ترقی کر جاتا ہے۔ اور ابھی مقید صفاتی سے مقید ذاتی کی طرف آوے اور مقید ذاتی سے نکل کر مطلق ذاتی ہو جاوے۔ حتیٰ کہ قید اطلاق سے بھی پاک ہو جاوے۔ فافہم۔ پہلے اپنے ہیولیٰ میں پھر کل کائنات میں مشاہدۂ ذات کرے پہلے اجمالی مشاہدہ کرے۔ اجمالی مشاہدہ سیر الی اللہ ہے جس کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔ یہ شاہدۂ خلق الی الحق ہے۔ اور تفصیلی مشاہدہ سیر فی اللہ ہے۔ جس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا۔ شاہدۂ حق فی الخلق اور شاہدۂ خلق فی الحق ہے۔ صفاتِ حق کا تفصیلی شاہدہ ہے۔ تمام عوالم بشمولیت انسان مظاہرِ حق ہیں۔ ان کا مظہر اعلیٰ ہے۔ اور انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم ذاتِ حق تعالیٰ ہے یہ مشاہدہ ایسی حقیقت ہے کہ اگر منکشف ہو جائے متنزل ہو جائے اور وارد ہو جائے تو اخلاق الٰہی کا ظہور اور صفاتِ حق کا ورود ہوتا ہے،

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یعنی اس کا کہنا اللہ کا کہنا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں اللہ کے بندے کے منہ سے ہے۔ وجودِ ذات ایسی حقیقت ہے جو اپنے لئے آپ دلیل ہے۔ اپنے اوپر آپ شاہد ہے۔ جملہ کشف، خوارق و کرامات سے بے نیاز ہے

ہمہ ذات است ہمہ ذات است ہمہ ذات — حقیقت است نے کشف و کرامات

یعنی سب ذات ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جو کشف اور کرامات کی محتاج نہیں یہ حقیقت ہے حال نہیں ہے۔ یعنی حال ہو یا نہ ہو یہ حقیقت اپنی جگہ کشف سے اور تمام دوائم ہے

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب — گر دلیلت باید از وے رُو متاب

یعنی سورج اپنی آپ دلیل ہے۔ اور اگر دلیل چاہیئے تو سورج سے منہ نہ پھیر۔

پس جب طریقِ وجود حاصل ہو جائے اور وجودِ حقیقی وارد ہو جائے یعنی وجودِ حقیقی سے موجود ہو جائے تو پھر نہ فنا ہے نہ بقا۔ کیونکہ فنا سے مراد ہستی موہوم سے گذر جانا۔ سالک کا اپنی عادات۔ صفات۔ اخلاق اور مزاج اور نشانات سے گزر جانا اور فارغ ہو جانا ہے

فناء الفقیر فناءہ فی ذاتہٖ + وفراغہٗ عن نعتہٖ وصفاتہٖ

یعنی فقیر کی ف سے مراد ہے۔ ذاتِ حق میں فنا ہونا اور فقیر کا اپنی نعت اور صفات سے فارغ ہو جانا ہے۔ یعنی فقیری خدا کی ذات میں فنا ہو جانا ہے۔ اور اپنی صفات سے فارغ ہو جانا ہے بلکہ جملہ ماسوائے سے فارغ ہو جانا ہے۔ یہی ہے فراغت عن ما سوی اللہ جو عین توحید ہے جو منتہائے مقصود سالکین ہے۔ اور پھر اس فنا ہونے کے علم سے بھی گزر جاتا ہے۔ یہ فناء الفنا یا فنا در فنا ہے۔ جو کہ بقا ہے یعنی باقی کے ساتھ باقی ہو جانا ہے۔ حضرتِ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ فنا اول اپنی عادات مزاج اور اخلاق سے فنا ہونا ہے۔ فنا ثانی عبادت اور ذکرِ حق کے حظ سے بھی فنا ہونا ہے۔ ذاتِ حق میں ایسی محویت ہو کہ اس حظ کا ہوش بھی باقی نہ رہے۔ اور صرف اور صرف اسی کے ہو جاؤ تمہارے اور ذاتِ حق کے درمیان کوئی واسطہ نہ رہے۔ اور فناءِ ثالث یہ ہے کہ تمہارے نفس کی

حقیقت تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔ ایسی حالت میں تم ایک ایسا وجودِ فانی ہو جاؤ گے جو وجود ابدی سے متحد ہو کر خود بھی ابدی ہو گیا ہے۔ تمہاری رسم یعنی ظاہری شکل تو باقی رہے گی۔ مگر تمہارا نام اور انفرادیت مٹ جائے گی (مکتوبِ جنیدؒ)

اور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فناءِ اول فنا عن الخلق ہے۔ یعنی خلق سے نہ نفع دیکھے نہ نقصان۔ فناءِ ثانی فنا عن النفس ہے یعنی نفس سے فنا ہے یعنی نفس تابع خدا و رسولؐ ہو جائے۔ اپنی صفات سے مر جائے۔ فناءِ ثالث اور فناءِ آخر فنا عن الارادہ ہے یعنی اپنے ارادہ سے فنا ہونا ہے۔ سالک کا اپنا کوئی ارادہ نہ رہے۔ نہ خواہش نہ آرزو۔ نہ پروگرام نہ پلان وغیرہ۔ اس کا ارادہ ارادۂ الٰہی سے بدل جاتا ہے جو صفتِ ابدال ہے۔

اور حضرت امام جلتوی شیخ غلام محمدؒ صاحب رضی اللہ عنہ نے تعلیماتِ قادری کا لُبِ لباب حاصل کیا اور فرمایا کہ فنا یہ ہے کہ غیر سے نظر اُٹھ جائے اور بقا یہ ہے کہ ذاتِ حق پر نظر جم جائے۔ سبحان اللہ کوزہ میں بحرِ بیکراں بند کر دیا ہے۔ اور ایک ہی فقرہ میں فنا اور بقا بیان فرما دیا ہے۔ نظر میں کچھ غیر نہ رہنے جیسا کہ حقیقت میں ہے۔ پس فنا نہیں ہے بقا ہی بقا ہے۔ کیوں کہ وجود صرف اور صرف ذات حق تعالٰی کے لئے ہے۔ اور ذاتِ حق کے لئے فنا نہیں ہے پس بظاہر فنا اور بقا میں دوئی کا شائبہ ہے یعنی ایک فنا ہونے والا۔ دوسرا جس میں فنا ہوا اور تیسرا عملِ فنا۔ اسی طرح ایک باقی دوسرا اس کے ساتھ باقی ہونے والا اور تیسرا عمل بقا۔ حالاں کہ وجود وہ احد ہے۔ کون فنا۔ کس میں فنا۔ کون باقی کس کے ساتھ باقی۔ کیسی فنا اور کیا بقا۔ اور وہ یہ ہے کہ جب تک یہ حقیقت منکشف اور وارد نہ ہو اس وقت تک فنا بھی ہے اور بقا بھی۔ فنا یہ ہے کہ سالک اپنی صفاتِ بشری صفاتِ امکانی۔ صفاتِ سفلی سے فنا ہو جائے۔ اپنے تعین کے تقاضے سے فارغ ہو جائے۔ قید امکان سے آزاد ہو جائے۔ اور بقا یہ ہے۔ کہ صفاتِ حقی۔ صفاتِ وجوبی صفات علوی سے متصف ہو جائے۔ اخلاقِ الٰہی سے متخلق ہو جائے۔ پس یہی ہے۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ

اسی طرح قضا اور قدر کا حال ہے کہ جب طریقِ وجود وارد ہو جاتا ہے تو قضا اور قدر کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہے کہ قدر عین قضا کے مطابق ہے۔ اس سے آگے۔ پیچھے اور کم و بیش نہیں ہو سکتی۔ ہر خلق کے لئے ایک عین ثابتہ ہے اور ایک عین خارجہ۔ جو ظاہر میں نظر آ رہا ہے وہ عین خارجہ ہے اور اس کا باطن اور حقیقت عین ثابتہ ہے۔ اور عین خارجہ اپنے عین ثابتہ کے عین مطابق ہے۔ اس سے کم و بیش نہیں ہو سکتا عینِ ثابتہ کا تقاضا ہی عین خارجہ ہے۔ عین ثابتہ اول اور عین خارجہ آخر ہے عین ثابتہ باطن اور عین خارجہ ظاہر ہے۔ اور عالم ان چار اسمآء سے باہر نہیں اور سب اسمآء الٰہی انہی چار اسمآء کے تحت ہیں۔ عین ثابتہ قضا ہے اور عین خارجہ قدر۔ اور قدر مطابق قضا کے ہے۔ یعنی راضی بقضا ہے پس راضی بقضا ہے پس حقیقت یہ ہے کہ قدر ہے ہی راضی بقضا یعنی یہ واقعہ ہے کہ ہر ایک موجود خلق اپنی تقدیر کے ساتھ راضی ہے۔ خواہ برضا و رغبت ہے یا طوعاً کرہاً۔ راضی رہنے کے سوا کوئی چارا نہیں۔ کیونکہ قدر سے مراد اندازا ہے۔ یعنی قدر اپنی قضا کے اندازے کے مطابق ہے ادھر ادھر ہو ہی نہیں سکتی۔ پس کون راضی کس کے ساتھ راضی۔ کیوں کہ درحقیقت وہی وجود واحد ہی ہر موجود پر ظاہر ہے مگر عارف اس تفصیلی معرفت سے مشرف ہے۔ اس لئے برضا و رغبت راضی بقضا ہے۔ اور غیر عارف طوعاً و کرہاً راضی بقضا ہے

ڈونوں راضی بقضا ہیں کیونکہ اس کے سوا کوئی چارا نہیں ۔ بلکہ عارف عین ثابتہ سے آگے ترقی کر کے اس اسم کو بھی دیکھتا ہے ۔ جس اسم کا مظہر یہ عین ثابتہ ہے ۔ اور اس سے بھی ترقی کر کے اس صفت کو بھی دیکھتا ہے ۔ جس کی وجہ سے یہ اسم یہ اسم ہے اور محققین کے نزدیک صفت عین ذات ہے ۔ پس عارف کامل کی نظر ذات پر ہے ۔

یہی حال فراق ۔ وصال اور کمال وغیرہم کا ہے ۔ از روئے حقیقت نہ فراق ہے ۔ نہ وصال ۔

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکیست اینجا

چوں وصل در نگنجد ہجراں چہ کار دارد

یعنی یہاں میدانِ حقیقت میں معشوق ۔ عشق اور عاشق تینوں ایک ہیں ۔ کیوں کہ جب وصل کی گنجائش نہیں ہے ، تو فراق کا کیا کام ۔ تاہم جب تک یہ حال نہ ہو اور حقیقت منکشف اور وارد نہ ہو ۔ فراق ہے اور وصالِ معشوق کے لئے سلوک ہے ۔ اور چونکہ وجود واحد ہے اس لئے فراق وہمی اور وقتی ہے ۔ حقیقی اور دائمی نہیں ہے ۔ پس جب وجود کی وحدت منکشف اور وارد ہو جائے تو فراق نہیں ہے بلکہ وصال ہی وصال ہے ۔ جو مقصود ہر صاحب کمال ہے ۔

مرا از ہر دو جہاں دولتِ وصالِ تو بس

وصال چیست آمد شدے خیالِ تو بس

(از دیوان حضرت سلطان الہند اجمیریؒ)

سالکین باللہ و طالبین الی اللہ ! نوٹ فرمادیں کہ اس طریق کی کامیابی کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کے فضل اور جناب رسولِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی متابعت پر ہے ۔ اگر خداوند تعالیٰ تمہیں کامیابی نصیب فرمادے تو اس حقیر فقیر راقم الحروف کے حق میں دعائے خیر فرمادیں ۔ آمین

CamScanner

فصلِ چہارم فی الموجود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جاننا چاہیئے کہ موجود تین قسم ہے۔ ایک موجود۔ دوسرا ظہورِ موجود اور تیسرا ظہورِ کامل موجود۔ موجودِ اوّل موجودِ حقیقی یعنی ذات باری تعالیٰ ہے۔ موجودِ ثانی موجودِ حقیقی کا ظہور ہے یعنی عالم۔ اور موجودِ ثالث موجودِ حقیقی کا ظہورِ کامل ہے۔ کہ حضرت محمدؐ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ موجودِ حقیقی ایک ہے اور باقی ہر دو موجود موجودِ حقیقی کے ساتھ موجود ہیں۔ موجودِ حقیقی موجود بنفسہٖ فی نفسہٖ ہے۔ موجود بذاتہٖ ہے۔ اور باقی ہر دو موجود موجود بالغیر ہیں۔ یعنی موجود بالحق ہیں موجودِ حقیقی قدیم واجب بذاتہٖ ہے۔ یعنی حق تعالیٰ ہے۔ عالم ممکن حادث ہے اور انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم واجب حادث ہے کیونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے۔ اور حق تعالیٰ کا وجوب بذاتہٖ ہے کیونکہ وجوب ذاتی صرف حق تعالیٰ کے لئے مختص ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "وَھُوَ الَّذِیْ اَعطیٰ الْوُجُوْد بذاتِہٖ لِھٰذَ الْحَادِثَ فَانتسب اِلَیْہِ وَلَمَّا اقتضاہ لِذَاتِہٖ کَانَ وَاجِبًا بِہٖ وَاِنَّمَا کَانَ اسْتِنَادُہٗ اِلیٰ مَنْ ظَھَرَ عَنْہُ لِذَاتِہٖ اقتضیٰ اَنْ یَکُوْنَ عَلیٰ صُوْرَتِہٖ فِیْمَا یُنْسَبُ اِلَیْہِ مِنْ کُلِّ شَیٍٔ مِنْ اِسْمٍ وَّ صِفَۃٍ مَّا عَدَا الْوُجُوْبَ الذَّاتِیْ" یعنی وہ ذات کہ بخشا ہے۔ اس نے وجود اپنی ذات سے اس حادث کو پس منسوب کیا گیا۔ حادث طرف واجب لذاتہٖ کے اور جب چاہا واجب نے حادث کو واسطے ظہور ذات اپنی کے ہوگیا حادث واجب بسبب واجب لذاتہٖ کے اور جب ہوئی احتیاج حادث کی طرف واجب کے کہ ظاہر ہوئے حادث اس سے واسطے ظہور ذات واجب کے چاہا اس احتیاج نے یہ کہ ہوئے وہ حادث موافق صورت واجب کے بیچ اس کے کہ نسبت کی جاتی ہے اس کی طرف واجب کے ہر چیز سے کہ وہ اسم اور صفت ہے۔ سوائے وجوب ذاتی کے۔

موجودِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم میں اسواسطے اور اس طرح ظہور فرمایا کہ ظہور منازلِ ارتقاء طے کرتا ہوا منتہائے ظہور اوّلی کو پہنچا۔ انبیاء علیہم السلام ظہور کے اس ارتقاء کے مدارج۔ مراتب اور مقامات ہیں کہ جو پیش خیمہ ہیں اور منازل ہیں اس ظہورِ آخر اور ظہورِ کامل کے لئے کہ جس پر پہنچ کر موجودِ حقیقی ہو بہو۔ پورے آب و تاب اور پورے کمال کے ساتھ خاتم الانبیاء ختم الرسل حضرت محمدؐ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس والمقدس میں ظاہر ہوا۔ پس فرمایا حق تعالیٰ نے "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" یعنی آج آپؐ پر دین مکمل کر دیا اور نعمتِ حق آپؐ پر تمام کر دی۔ دین منازلِ ارتقاء طے کرتا ہوا آپؐ پر مکمل ہو گیا۔ اور حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے نعمت تمام کر دی ہے پس آپؐ کے بعد نہ دوسرا نبی و رسول آئے گا۔ اور نہ کوئی نیا

دین ہو گا کیوں کہ مشنِ الٰہی مکمل ہو چکا۔ ارتقاءِ دین انتہاءِ کمال کو پہنچ گیا۔ اور انبیاء علیہم السلام ایک ایک کمال سے متصف تھے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سب کمالات اور جمیع صفاتِ حسنہ سے متصف ہیں ۔ حسنِ یوسف ۔ دمِ عیسےٰ ۔ یدِ بیضائے داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یعنی یا رسول اللہ! آپ حسنِ یوسفؑ ۔ دمِ عیسےٰؑ اور یدِ بیضائے موسےٰؑ کے مالک ہیں یعنی جو خوبیاں سب انبیاء علیہم السلام میں ہیں وہ سب آپ میں ہیں۔ ہر نبیؑ میں موجودِ حقیقی کی ایک صفت کا ظہور ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجودِ حقیقی کی جملہ صفات کا ظہور بدرجۂ اتم ہے۔ ہر صفت اپنے پورے کمال اور پوری تفصیل کے ساتھ ظاہر ہے۔ عالم اسمائے الٰہی کا مظہر ہے۔ عالم میں ہر موجود موجودِ حقیقی کے ایک اسم کا مظہر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جملہ اسمائے الٰہی کا مسمےٰ ہیں۔ ہر نبیؑ کلماتِ الٰہیہ سے ایک کلمہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلمۂ جامع ۔ کلمہ فاصل اور کلمۂ کامل ہیں۔ اسماءِ الٰہی سے ہر اسم آپ پر صادق آتا ہے۔ چنانچہ محققین اقطاب عارفین اولیائے کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اسمائے الٰہی کے ظہور کی تحقیق اپنی کتب میں پیش فرمائی ہے۔ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام مرأت العارفین میں فرماتے ہیں۔ وَاَمَّا الْکِتٰبُ الَّذِیْ اُنْزِلَ عَلَی الْاِنْسَانِ الْکَامِلِ فَھُوَ بَیَانُ الْمَرَاتِبِ الْکُلِّیَّۃِ الْجُمْلِیَّۃِ وَالْجُزْئِیَّۃِ التَّفْصِیْلِیَّۃِ الْاِنْسَانِیَّۃِ فَھُوَ بَیَانُ الْکِتَابِ وَالْاِنْسَانُ الْکَامِلِ مَرْتَبَۃُ وَحْدَتِہٖ وَجَمْعِیَّتِہٖ یعنی لیکن وہ کتاب کہ نازل کی گئی اوپر انسانِ کامل کے پس بیان مراتب کلیّہ اجمالیّہ کا ہے۔ اور جزئیّہ تفصیلیّہ انسانیہ کا ہے۔ پس وہ بیان کتاب کا ہے۔ اور انسانِ کامل مرتبہ اس کی وحدت اور جمعیت کا ہے۔ اور حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ " فَالْحَقُّ مُحَمَّدٌ ظَاھِرًا وَّبَاطِنًا " یعنی پس حق محمدؐ ہے ظاہر اور باطن (از تفسیر شیخ الاکبر رضؓ) اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ مکتوب میں فرماتے ہیں " عمرؓ پرسید ۔ ذات خاص حضرتؐ چہ باشد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود انا احمد بلا میم " یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا حضرتؐ آپ کی ذاتِ خاص کیا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " میں احمدؐ ہوں بغیر میم کے " یعنی احد ہوں اور شیخ عطار رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں " گفت انا احمد بلا میم = از زبانِ پاک احمدِ مختار " زبانِ پاک احمدِ مختار نے فرمایا " میں احمدؐ ہوں بغیر میم کے ۔ مکتوبات قدوسیہ میں ہے ؎

مصطفےٰ را حق بداں وحق بہ بیں = مصطفےٰ بُد نورِ رب العالمین

یعنی مصطفےٰ کو حق جان اور حق دیکھ ۔ مصطفےٰ رب العالمین کا نور ہے۔ خواجہ سلیمان تونسویؒ فرماتے ہیں۔

" نورِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود نورِ خدا است ۔

یعنی نورِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود نورِ خدا ہے ۔ تفسیر قادری والے کٓھٰیٰعٓصٓ کے تحت میں فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہیں ایک صورت بشری جس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا " قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ " یعنی فرما دیجئے سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ دوسری صورت ملکی ہے۔ جیسا کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ " یعنی میں تم میں کسی کی مثل نہیں ہوں۔ تیسری صورت حقی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا لی مع اللہ وقتٌ لا یسعنی فیہ مَلَکٌ مقربٌ و لا نبیٌ و لا مرسلٌ ۔ یعنی میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی و رسول نہیں آسکتا ہے لی مع اللہ شانِ خود فرمودہ ؟

من نہ دانم بندہ؟ یا حق تو لی؟ (مثنوی مولانا روم رح)

یعنی آپ نے اپنی شان میں لی مع اللہ فرمایا ہے۔ نہیں جانتا ہوں کہ آپ بندہ ہیں یا حق۔ اور یہی حدیث شریف "من رآنی فقد رأی الحق" یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ اسی صورتِ حق پر دال ہے۔ اور امام المحققین امام جیلوی حضرت پیر غلام محمد صاحب رض نے اپنی تصنیف لطیف تحقیق العارفین فی حقیقتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اقطاب عارفین رض کی تحقیق پیش فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں تفسیر عرائس البیان تفسیر روح البیان۔ تفسیر شیخ الاکبر رض۔ تفسیرِ قادری۔ فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم من تصنیف شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رض اور انسانِ کامل من تصنیف حضرت عبد الکریم الجیلی رض میں شان الشانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجودِ کامل ہیں اور ظہورِ کامل وجودِ حقیقی کے ہیں۔ اور عالم کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل موجود ہے۔ جیسا کہ فرمایا "اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَکُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ" یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور سب عوالم میرے نور سے ہیں۔ اور فرمایا "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" یعنی اگر آپ کو پیدا نہ کرتا آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ "لولاک لما اظہرت الربوبیۃ" یعنی اگر آپ نہ ہوتے میری ربوبیت ظاہر نہ ہوتی۔ (احادیث قدسی)

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجودِ کامل اس وجہ سے بھی ہیں کہ موجود کی تینوں اقسام آپ میں موجود ہیں۔ یعنی وجودِ حق کے ساتھ موجودِ حقیقی ہیں۔ اور صفاتِ حق مثل حیات علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ سمع۔ بصر۔ کلام وغیرہ کے ساتھ متصف ہیں۔ اور ظہورِ موجود یعنی عالم کی صفات کے ساتھ مثلاً صفات انسانی بشری سے متصف ہیں۔ یہ آپ کی صورتِ بشری ہے۔ اور ظہورِ موجودِ کامل ہیں۔ جامع حق و خلق ہیں۔ برزخ جامع ہیں۔ کمال اس جامعیت میں ہے اور برزخیت میں ہے۔ ؎

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر ہیں خلق میں شامل

کمال اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا

پس کمال صرف آپ کے لئے ہے۔ کیونکہ کمال کے اہل صرف آپ ہیں۔ کمال کا تعلق ظہور کے ساتھ ہے۔ اور ذاتِ حق کا ظہور آپ میں بدرجۂ کمال ہے۔ پس کمال جیسا بھی ہے جہاں بھی ہے ظاہری باطنی۔ جزوی کلی۔ روحانی جسمانی۔ غرض کہ ہر طرح کا کمال درحقیقت آپ کے لئے ہے۔ کیونکہ آپ ہی کمال کے منبع ہیں۔ اور آپ ہر شے کا اول۔ اوسط اور آخر ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مرآت العارفین میں فرمایا "اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَوَّلِ کُلِّ شَیْئٍ وَاَوْسَطِ کُلِّ شَیْئٍ وَاٰخِرِ کُلِّ شَیْئٍ" یعنی اے اللہ درود بھیج اوپر ہمارے سردار محمد کے کہ وہ اول ہر چیز کا ہے۔ اور اوسط ہر چیز کا ہے۔ اور آخر ہر چیز کا ہے۔ یعنی ہر شے کا وجود آپ سے ہے۔

پس آپ موجودِ جامع۔ موجودِ کامل اور موجودِ اکمل ہیں۔ کیونکہ وجود کا کمال آپ ہی میں پایۂ کمال کو پہنچا۔ پس کمال کا اول آپ

ہیں۔ کمال کا آخر آپؐ ہیں۔ کمال کی اصل آپؐ ہیں پس جہاں کہیں بھی اور جس کسی میں بھی جو کمال بھی ہے وہ درحقیقت آپؐ ہی کا کمال ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری ظہور سے پہلے بھی ہر کمال حضورؐ پاک کے لیے تھا۔ اور حضورؐ پاک کے ظاہری ظہور کے بعد بھی ہر کمال حضورؐ پاک کے لئے ہے۔ اور حضور پاک کے لیے ہی رہے گا کیوں کہ کمال کے اہل صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ کیوں کہ آپؐ اس وقت بھی کامل تھے جب آدم علیہ السلام کا پتلا بھی نہیں تھا۔ اسی لئے فرمایا "کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ" (الحدیث) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اس وقت بھی نبیؐ تھا جب آدمؑ ابھی پانی اور گارے میں تھا" یعنی آدم کا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا مگر میں تب بھی نبیؐ تھا۔ اور فرمایا "قال بعثت من خیر قرون بنی آدم قرناً فقرناً حتّٰی کنت من القرن الذّی کنت منه" یعنی فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "مجھے ان کے اشرف ترین طبقے میں ہر زمانہ میں پیدا کیا گیا حتیٰ کہ موجودہ زمانہ میں بھی خلق کیا گیا ہوں" (الحدیث) یعنی ہر زمانہ کے نبی علیہ السلام کی صورت پر آپؐ ہی ظاہر ہوتے رہے۔ اور سب نبی علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات کے مظہر ہیں۔ اور باقی عالم علوی وسفلی سوائے اولیاء امتِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء و افعال کے مظہر ہیں کیوں کہ اولیاءِ امتِ محمدیہؐ مثل انبیاء علیہم السلام کے اسماء و صفات کے مظاہر ہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ" یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مثل ہیں۔ (از کمالات الٰہیہ از حضرت شیخ عبدالکریم الجیلی قدس سرہ العزیز) اور کمالِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتاب ناموس اعظم کے باب سوم کی فصل اوّل میں حضرت شیخ عبدالکریم الجیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ (ترجمہ) فصلِ اوّل کمالِ معنوی میں ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوِ مکانت پر شاہد ہے۔ جاننا چاہیئے اللہ تعالیٰ اپنے روح کے ساتھ آپ کا اور ہمارا مؤید ہو اور کسی کو اس سے ایک دم بھی خالی نہ رکھے کہ کمال معنوی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کمالِ الٰہی کی ہے۔ جس کے ساتھ کاملین رضؓ متحقق ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متخلق ہو جاؤ، اور دوسری قسم کمال کونی ہے، جس کے ساتھ ہر انسان متخلق ہوتا ہے۔ اور وہ صفاتِ محمودہ ہیں جن کا مجموعہ مکارم اخلاق ہیں۔ اور اس میں کوئی شک اور پوشیدگی نہیں ہے کہ مخلوق الٰہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جتنا مکارم اخلاق کا کوئی جامع نہیں ہے۔ کیوں کہ آپؐ ان کو پورا کرنے والے ہیں جیسا کہ فرمایا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو پورا کردوں۔ پس وہ آپؐ ہی سے شروع ہوئے اور آپؐ ہی پر ختم اور تمام ہوئے ہیں۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے حق میں فرمایا ہے، وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ یعنی آپؐ کے خلق عظیم ہیں اور کتب سیر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں آپؐ کے مکارم اخلاق سے جو آپؐ کے پسینوں کی خوشبوؤں سے فائز ہیں بھری پڑی ہیں۔ اور وہ کثرت کی وجہ سے بے شمار ہیں۔ بلکہ خدا کی قسم جو مکارم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئے ہیں۔ بہ نسبت ان کے جو وارد نہیں ہوئے اور حکایت نہیں کیے گئے وہ سمندر سے ایک قطرہ کی مثل ہیں۔ اور وہ آپؐ کے لئے حقیقت اور تحقیق کے طور پر ہیں پس جو مکارم اخلاق وارد ہوئے ہیں۔ وہ ان کے مقابلہ میں جو وارد نہیں ہوئے بہت تھوڑے ہیں۔ بایں ہمہ جو کچھ وارد ہوا ہے اس کا آپؐ کے سوا کوئی شخص جامع نہیں ہے۔ اور آپؐ کے سوا کسی نے اس کو حفظ

حاصل نہیں کیا ہے۔ اور اس سے تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ خلق جان لیا ہے۔ اور لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ حقی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ سو وہ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کی تہ کا ادراک یا اس کی انتہا کا عرفان ہو سکے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام اخلاق الٰہیہ کے ساتھ متخلق ہیں۔ اور میں نے ان کو صفت صفت اور اسم اسم کر کے اپنی کتاب موسوم بہ کمالات الالٰہیہ فی الصفات المحمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے۔ یہاں ان اسماء کا ذکر ہے جن پر قرآن مجید ظاہر با اشارہ یا کنایہ کے طور پر دلالت کرتا ہے پس ان میں سے اسم اللہ ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس اسم کے مظہر ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ یعنی اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کفار کی طرف مشتِ خاک نہیں پھینکی جب کہ آپ نے پھینکی لیکن وہ اللہ نے پھینکی اور فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ یعنی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک اَنَا عَبْدُ اللّٰہ کے یہی معنی ہیں اور یہ عبودیت خاصہ آپ کے اسم اللہ کے ساتھ موسوم ہونے سے مراد ہے۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہیں۔ اور آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں یہ امر بعید نہیں ہے اس لیے کہ یہ امر حق تعالیٰ کے ساتھ عیب اور کمالِ الٰہی میں نقص پیدا نہیں کرتا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام صریحاً اپنے اکثر ناموں کے ساتھ نہیں رکھا اور ایسے ہی آپ کا اسم نور ہے اور یہ اسم ذاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یعنی تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وکتاب مبین یعنی اور کتاب روشن یعنی قرآن مجید" اور ایسے ہی باقی اسماء کا تحقق حضرت شیخ عبد الکریم الجیلی قدس سرہ نے بیان فرمایا ہے

اور اسی تحقق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قطب الموحدین حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیۂ کریمہ " اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط (فتح) (ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔) کی تفسیر میں فرماتے ہیں " اِنَّمَا کَانَتْ مُبَایَعَتُہٗ مُبَایَعَۃَ اللّٰہِ لِاَنَّ النَّبِیَّ قَدْ فَنِیَ عَنْ وُجُوْدِہٖ وَتَحَقَّقَ بِاللّٰہِ فِیْ ذَاتِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَاَفْعَالِہٖ فَکُلُّ مَا صَدَرَ عَنْہُ وَنُسِبَ اِلَیْہِ فَقَدْ صَدَرَ عَنِ اللّٰہِ وَنُسِبَ اِلَیْہِ فَمُبَایَعَتُہٗ مُبَایَعَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود سے فانی اور اپنی ذات اور صفات اور افعال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحقق اور باقی ہیں۔ پس جو کچھ آپ سے صادر ہوا اور آپ کی طرف منسوب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے صادر اور اسی کی طرف منسوب ہے۔ پس آپ سے بیعت کرنا عین اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ حق تعالیٰ نے نہ صرف آپ کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا بلکہ آپ کے ہاتھ کو بھی اپنا ہاتھ فرمایا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ سے فانی اور اللہ کے ساتھ باقی ہیں۔ اور آپ میں بشریت عاریت اور اضافت کے طور پر ہے۔ حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشریت سے پاک ہیں، چنانچہ صاحبِ عرائس البیان حضرت روزبہان بقلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ

قَالَ الواسطی اَخبرَ اللّٰہ تعالیٰ بِقَولِہٖ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط اِنَّ البَشَرِیَّۃَ فِی نَبِیِّہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عَارِیَۃٌ وَّ اِضَافَۃٌ دُوْنَ الحَقِیْقَۃِ (وَقَالَ) فَمَنْ بَایَعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَایَعَ اللّٰہَ عَلَی الحَقِیْقَۃِ۔ یعنی حضرت ابوبکر واسطی قدس سرّہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ میں خبر دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت عاریت اور اضافت کے طور پر ہے۔ حقیقت میں آپ بشریت سے پاک ہیں پس جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور یہ حقیقت ہے کہ محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کئے گئے اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ بیعت کئے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نہیں ہیں مگر آپ کی حقیقت اور آپ کا باطن عین ظہور اللہ ہے۔ یعنی غیب میں آپ اللہ کے مظہر ہیں جیسا کے امام المحققین حضرت شیخ عبدالکریم الجیلی رضی اللہ عنہ الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں " اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط قِیْلَ فِی مَعْنیٰ اِنَّمَا بِمَنْزِلَۃِ مَا اِلَّا وَتَقْدِیْرُہٗ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ مَا یُبَایِعُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ۔ وَمِنَ المَعْلُوْمِ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُوْیِعَ فَشَہِدَ اللّٰہُ لِنَفْسِہٖ اِنَّمَا بُوْیِعَ اِلَّا اللّٰہُ فَکَاَنَّہٗ یَقُوْلُ مَا اَنْتَ عِنْدَ مَا بُوْیِعْتَ مُحَمَّدٌ اِنَّمَا اَنْتَ اللّٰہُ بِالغَیْبِ لِاَنَّہُمْ مُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ عَلَی الحَقِیْقَۃِ یعنی قولہٗ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ میں لفظ انما بمنزلہ ما الا ہے۔ اور اس کی تقدیر یہ ہے کہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ بیعت نہیں کرتے مگر اللہ سے۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کیے گئے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے شہادت دی کہ بیعت نہیں کیا گیا مگر اللہ۔ پس گویا فرمایا کہ بوقت بیعت کئے جانے کے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔ بلکہ اس وقت غیب میں آپ اللہ ہیں کیوں کہ انہوں نے درحقیقت اللہ سے بیعت کی ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواہر النصوص فی حل کلمات الفصوص کی جلد اول کے صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں، قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ط وَلَمْ یَذْکُرْ یَدَ الرَّسُوْلِ علیہ السلام لِغَیْبَتِہَا فِی یَدِ اللّٰہِ وَاِنَّمَا عَبَّرَ عَنْہَا بِیَدِ اللّٰہِ وَالقِیَاسُ یَدُکَ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ وَلٰکِنْ لَمَّا کَانَتْ مُبَایَعَتُہٗ ہِیَ مُبَایَعَۃُ اللّٰہِ کَانَتْ یَدُہٗ ہِیَ یَدُ اللّٰہِ کَذٰلِکَ وَالرَّسُوْلُ مُقَیَّدٌ بِظُہُوْرٍ مَخْصُوْصٍ بَلْ بِظُہُوْرَاتٍ کَثِیْرَۃٍ مُتَنَوِّعَۃٍ فَہُوَ اُولُو الاَمْرِ مِنَّا وَیَلْزَمُ مِنْ ذٰلِکَ اَنَّ مَنْ عَصٰی اُولِی الاَمْرِ فَقَدْ عَصَی الرَّسُوْلَ وَمَنْ عَصَی الرَّسُوْلَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ۔

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا خدا کے ہاتھ میں غائب ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اُسے خدا کے ہاتھ کے ساتھ تعبیر فرمایا اور قیاس یہ ہے کہ آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ لیکن چونکہ آپ کی بیعت خدا کی بیعت ہے۔ اسی طرح آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہور مخصوص میں مقید بلکہ ظہورات کثیرہ متنوعہ میں موجود ہیں۔ پس آپ ہی ہمارے اولو الامر ہیں اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس نے اولی الامر کی بے فرمانی کی اس نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے فرمانی کی۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے فرمانی کی وہ خدا کا نافرمان ہوا

ان تفاسیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی ذات میں تحقق اور بقا ثابت ہو جاتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ حقیقت تو بہت اعلیٰ اور اَولیٰ ہے۔ اور خلق کے ادراک سے وراء الوریٰ ہے۔ اس ذات نورِ قدیم احمد بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شانِ عالی کے ایک ذرۂ قدس کے عشرِ عشیر کا ادراک بھی ممکن نہیں ہے کہ جہاں عقل کل بھی حیران ہے وہ لا ممکن البیان ہے۔ اس تحقق۔ فنا اور بقا سے تو اولیاء کرام اور صوفیاء عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی مشرف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ" (انفال) یعنی نہیں قتل کیا کفار کو تم نے لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا۔ حق تعالیٰ نے قتل کے فعل کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ چونکہ صحابہ کرام رض اپنی ہستی سے فانی اور اللہ کی ہستی میں باقی تھے اس لیے ان کا فعل اللہ کا فعل ہے۔ اور اسی حقیقت کے متعلق حدیث قربِ نوافل میں ارشاد ہے جب کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ "لَا يَزَالُ العبد يتقرب الىّ بالنوافل حتّى احببتهٗ فاذا احببتهٗ كنت سمعه الّذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده الّتى يبطش بها ولسانهٗ الّذى ينطق به ورجله الّتى يمشى بها فبى يسمع وبى يبصر وبى يبطش وبى ينطق وبى يمشى۔ (بخاری شریف بروایت حضرت ابی ہریرہ رض)

ترجمہ: ہمیشہ میرا بندہ مجھ سے قرب چاہتا ہے بذریعہ نوافل یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ پس وہ میرے ہی ساتھ سنتا ہے۔ اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ہی ساتھ پکڑتا ہے اور میرے ہی ساتھ بولتا ہے۔ اور میرے ہی ساتھ چلتا ہے۔ (بخاری شریف) اس حدیث شریف میں واضح ہے کہ مومن بندہ یعنی ولی کا کیا اعلیٰ حال اور وصال باکمال ہے کہ خداوند کریم اس کے ہاتھ پاؤں کان۔ آنکھ اور زبان ہو جاتا ہے اور بندہ وہی تو ولی کا مجموعہ ہے، یعنی بندہ اپنے وجود سے فانی اور اپنی ذات اور صفات اور افعال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحقق اور باقی ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں۔

اَلْحَاصِلُ اَنَّ اللّٰهَ تعالىٰ جَعَلَ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَليه وَسَلَّمَ مَظْهَرَ كُلِّهَا لاتِهٖ ومرآةً لتجلياتِهٖ وَلِذَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ رَآنِىْ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ وَلَمَّا فَنِىَ فِىْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وافعالِهٖ كما قِيلَ۔ ع نائب است و دستِ او دستِ خدا است
وفى هٰذَا المَقَامِ قَالَ الحَلَّاجُ اَنَا الْحَقُّ وابُويَزِيدُ رض سُبْحَانِىْ مَا اَعْظَمَ شَانِىْ وَابُو سعيد الخرّاز رض لَيْسَ فِىْ جُبَّتِىْ غَيْرُ اللّٰهِ وقال الواسطى رض اخبر اللّٰهُ بِهٰذَا الاٰية اَنَّ البَشَرِيَّةَ فِىْ نَبِيِّهٖ صلى الله عليه وسلم عَارِيَةٌ وَ اِضَافَةٌ لاحقيقةٌ يعنى ظَاهِرُهٗ مخلوقٌ وباطنه حَقٌّ وَلِذَا يَجُوْزُ السَّجدةُ لِبَاطِنِهٖ دُوْنَ ظَاهِرِهٖ اِذْ ظَاهِرُهٗ مِنْ عَالَمِ التقييد بَاطِنُهٗ مِنْ عالم الاطلاق۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کمالات کا مظہر اور اپنی تجلیات کا آئینہ بنایا اور اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اس نے خدا کو دیکھا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال میں فانی ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

وہ نائب ہے اور نائب کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔

اور اسی مقام میں حضرت منصور حلاج علیہ الرحمتہ نے فرمایا اَنَا الْحَقُّ (میں حق ہوں) اور حضرت بایزید قدس سرہ نے فرمایا سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔) اور حضرت ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ نے فرمایا لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ غَیْرُ اللّٰہِ (میرے جبّہ میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں) اور حضرت واسطی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ" میں خبر دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت محض عاریت اور اضافت کے طور پر ہے حقیقت میں نہیں ہے یعنی آپ کا ظاہر مخلوق اور آپ کا باطن حق ہے۔ اور اسی لئے آپ کے باطن کو سوائے آپ کے ظاہر کے سجدہ کرنا جائز ہے، کیوں کہ آپ کا ظاہر عالم تعینات سے ہے اور آپ کا باطن عالم اطلاق سے ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کو چھپانا نہیں چاہیئے کیوں کہ فرمان واجب الاذعان رب دوجہان ہے کہ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (۲: ۴۲) یعنی حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور حق کو مت چھپاؤ۔ اسی لئے حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فتوحات مکیہ کے باب ۵۵۸ میں صفحہ ۲۵۱ پر فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّهُمْ	یُبَایِعُوْنَ الْحَقَّ حَقًّا فَاعْلَمُوْا
وَاَنْشَوا الَّذِیْ جِئْنَا بِهٖ فِیْ حَقِّهٖ	لَا تَكْتُمُوْهُ فَاِنَّهٗ لَا یُكْتَمُ

یعنی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں۔ بیشک وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ حق ہے اسے جان لو اور جو چیز ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں لائے ہیں، اسے ظاہر کرو اور چھپاؤ نہیں کیوں کہ وہ چھپائی نہیں جا سکتی۔

پس چاہیے کہ اس حقیقت کو جان لے اگر جان نہ سکے تو کم از کم اس پر ایمان لے آوے اور مان لے کیوں کہ اہل حقیقت ہی جانتے ہیں کہ یہ کیا رمز ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں "و اعلا کردہ شان ہر ا حیزے کہ حق آں مرتبہ در قرب منصور زیست و فرمود، اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ و چنانکہ فرمود مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ط اگرچہ ایں باصطلاح اہل عربیت از قبیل مجاز است اما اہل حقیقت دانند کہ ایں چہ رمز است وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

مسکین خادم درگاہ محمد عطاء اللہ عفی عنہٗ

جمعۃ المبارک ۱۴ رجب ۱۳۹۵ھ، مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۷۵ء

ملنے کا پتہ

۱:۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ جلوی قادری
۱۱ لبارٹری روڈ شاہین ٹاؤن پی او تہکال بالا پشاور یونیورسٹی

۲:۔ علاؤ الدین عدیم ۱۲۵۶ شاد باغ کالونی بیرون یکہ توت۔ پشاور۔ ۲۵۲۰۰

مصنف کے قلم سے دیگر کتب

تحقیق الامم فی شرح فصوص الحکم

(مکمل مجلد مع عربی متن)

کلمات رب العالمین

فی حقیقت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(سنہری جلد)

عملی اسلام

(دوئم ایڈیشن)